ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

Monthly Hyderabad

SADA E SHIBLI

Issue: 74 شمارہ: Vol: 7 جلد: Apr 2024 اپریل

ISSN: 2581-9216

مدیر:

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران:

ڈاکٹر عبدالقدوس

ڈاکٹر سراج احمد انصاری

ابوہریرہ یوسفی

قیمت فی شمارہ:	20/-
سالانہ:	220/-
رجسٹرڈ ڈاک:	350/-
بیرونی ممالک:	50/-امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:	2000/-

SADA E SHIBLI
A/c: 1327102000023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

Email: sadaeshibli@gmail.com

Mob: 9392533661 - 8317692718

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔ پروفیسر مظفر علی شہہ میری

پروفیسر محسن عثمانی ندوی۔ پروفیسر ابوالکلام

پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

مفتی محمد فاروق قاسمی۔ مولانا ارشاد الحق مدنی

ڈاکٹر نادر المسدوسی، مولانا محمد مساعد ہلال احیائی

اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ۔ محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق۔ ڈاکٹر حمران احمد۔ ڈاکٹر ناظم علی

ڈاکٹر مختار احمد فردین۔ ڈاکٹر غوثیہ بانو

ڈاکٹر سید امام حبیب قادری۔ ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی

ڈاکٹر سمیہ تمکین۔ ڈاکٹر صالحہ صدیقی۔ ڈاکٹر نوری خاتون

ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ڈاکٹر آصف لئیق ندوی۔ ڈاکٹر مظفر علی ساجد۔

مولانا عبدالوحید ندوی۔ مولانا احمد نور عینی

ابوہریرہ ایوبی۔ محسن خان

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط و کتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352,
B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Dabirpura Road, Purani Haveli,
Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	اداریہ: الیکشن	ڈاکٹر محمد حامد ہلال اعظمی	۵
۲	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۶
۳	**صالحیت**	مولوی حبیب الرحمٰن	۷
۴	سیاست کے میدان میں مسلمان اپنا کردار پھر کب ادا کریں گے؟	ڈاکٹر مفتی محمد مصطفٰی عبدالقدوس ندوی	۱۰
۵	**غزل**	حافظ وقاری ولی محمد زاہد ہریانوی	۱۳
۶	قومی تعلیمی پالیسی 2020 اور ابتدائی بچپن کی تعلیم	پروفیسر ریاض احمد	۱۴
۷	**نعت**	رہبر پرتاپ گڑھی	۱۷
۸	سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتیؒ اور اکرام انسان	ڈاکٹر ابوزاہد شاہ سید وحید اللہ حسینی	۱۸
۹	**غزل**	افتخار راغب	۲۰
۱۰	اسلام کے درخشاں مستقبل کی نوید	ڈاکٹر مفتی محمد اعظم ندوی	۲۱
۱۱	ہندو مصنفین کی سیرت نگاری —ایک تجزیاتی مطالعہ (۳)	امدادالحق بختیار قاسمی	۲۴
۱۲	**رب کے حضور**	ڈاکٹر شاداب ذکی بدایونی	۲۸
۱۳	جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے	فاروق طاہر	۲۹
۱۴	**حُبّ زبان**	سید عظمت اللہ بیابانی	۳۰
۱۵	اردو میں خواتین کی خاکہ نگاری ایک جائزہ (۱)	ابن مریم	۳۲
۱۶	جنگِ آزادی کا ایک عظیم مجاہد: مولوی سید علاؤالدین حیدر	عظیم انصاری	۳۵
۱۷	ڈاکٹر م۔ق۔سلیم، علمی وادبی دنیا کا روشن ستارہ	محمد زعیم الدین حسامی	۳۹
۱۸	روشن مستقبل کے لیے اطفال کی فکر ضروری	ادارہ	۴۰

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے خصوصی معاونین

جناب **ابوسفیان اعظمی**، مقیم حال ممبئی

جناب **محمد یوسف** بن الحاج محمد منیر الدین عرف ولی مرحوم، حیدرآباد

مفتی **محمد فاروق قاسمی**، صدر علماء کونسل وجے واڑہ، آندھرا پردیش

ڈاکٹر **سید جلیل حسین ایم ڈی** (علیگ) ٹولی چوکی حیدرآباد

مولانا **منصور احمد قاسمی**، معین آباد، تلنگانہ

الحاج **رئیس احمد اقبال**، انجینئر صدر سہارا ویلفیئر سوسائٹی، حیدرآباد

الحاج **محمد زکریا** انجینئر (داماد استاذ الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ)

ڈاکٹر **شہباز احمد**، پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج چارمینار، حیدرآباد

مولانا **محمد عبدالقادر سعود**، نائس جوس سینٹر سکندرآباد، حیدرآباد

الحاج **محمد قمر الدین**، نبیل کالونی بارکس حیدرآباد

الحاج **محمد عبدالکریم**، صدر مسجد اشرف کریم گلشن باغ، حیدرآباد

اپنی بات

11 / اپریل 2024ء کو پورے ملک میں عید الفطر منائی گئی، ادارہ اپنے تمام قارئین، محبین اور متعلقین کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اس عید میں برقی ورقی میڈیا کے توسط سے اسرائیل کا ظلم جو کہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے معصوم مظلوم فلسطینیوں پر جگہ جگہ سنائی دکھائی دیا، پوری دنیا کے امن پسند حکمراں ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے رہے۔ خداوند قدوس ظالموں کو ہدایت دے اور ان سے پوری دنیا کی حفاظت فرمائے آمین۔

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں

ہمارے ملک میں لوک سبھا کا الیکشن مختلف تاریخوں میں طے ہو چکا ہے، مختلف جماعتیں انتخابات میں حصہ لے رہی ہیں، موجودہ برسرِ اقتدار پارٹی جس کی باگ ڈور وزیر اعظم مودی اور امت شاہ کے ہاتھوں میں ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مودی جی جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہیں اور ملک میں افراتفری کا ماحول پیدا کرنا چاہ رہے ہیں، ملک میں دستور ہے عدالتیں ہیں، اسی کے مطابق کام اور بات کرنی چاہیے، مگر اقتدار کی خاطر برسرِ اقتدار پارٹی، مندر، مسجد، ہندو مسلمان کا شوشہ بڑی جرأت کے ساتھ چھوڑ رہی ہے، ممکن ہے کہ الیکشن میں کامیابی ہو جائے مگر ملک کے مستقبل کے لیے یہ فرقہ پرستی بہت ہی خطرناک ثابت ہوگی۔ اس ملک کی عوام پر منحصر ہے کہ وہ اپنے وطن عزیز جو مختلف رنگ، نسل، ذات، مذہب زبان وغیرہ کا گلدستہ ہے، کا خیال رکھتے ہوئے اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کرے، مزید برآں الیکشن کمیشن کے اوپر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ملک میں شفاف طریقے سے الیکشن کرائے اور اس کے لیے ماحول بنائے، کیوں کہ مجموعی طور پر وطن عزیز کی محبت ہر چیز سے پرے ہے۔

گذشتہ چند سالوں میں پولیس کی نگرانی میں چند لوگوں کو مار دیا گیا یا وہ مر گئے جس کی وجہ سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے اور مزید برآں میت کے گھر والوں نے پولیس اور انتظامیہ پر سوال اٹھائے، یہ بات ہمارے ملک کے تانا بانا پر بدنما دھبہ پیش کرتی ہے، اس وجہ سے انتظامیہ کو بہت ہی مخلصانہ طور پر رہنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلے میں ایک اہم کڑی مرحوم مختار انصاری کی ہے، مختار انصاری نے عدالت میں یہ عرضی داخل کی تھی کہ میری جان کو خطرہ ہے اور یہ باور بار بار کرا رہے تھے کہ مجھے سلو پوائزن دیا جا رہا ہے اور یہ کام جان بوجھ کر کیا جا رہا ہے، ہوا وہی جس کا مختار انصاری کو ڈر تھا، آخر عوام اور مرحوم کے گھر والوں نے میڈیا کے توسط سے انتظامیہ پر سوال اٹھا دیئے، انتظامیہ کی رپورٹ ہارٹ اٹیک کی تھی مگر عوام اور گھر والے کو رپورٹ پر شک ابھی بھی باقی ہے اور جانچ کی مانگ کر رہے ہیں۔ مختار انصاری پر مختلف معاملوں میں سنگین دفعات تھے جس کی وجہ سے وہ عمر قید کی سزا کاٹ رہے تھے، مختار انصاری کے انتقال کے بعد بلا تفریق ومذہب کے اکثر لوگوں نے ان کی سماجی، سیاسی، ملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، خدا مغفرت کرے آمین۔

حیدرآباد دکن کے مشہور ادیب وصحافی بے باک مقرر ڈاکٹر م، ق، سلیم صاحب رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے، ڈاکٹر م، ق، سلیم شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ اور ماہنامہ ''صدائے شبلی'' حیدرآباد کے خیر خواہوں میں سے تھے، ادارہ ان کی خدمات کو خراج عقدیت پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ مغفرت اور جنت الفردوس عطا فرمائے، متعلقین کو صبر جمیل دے آمین۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

ایک شخص خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! میں غلاموں کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟" آپ ﷺ خاموش رہے، اس نے پھر عرض کی، آپ ﷺ نے پھر خاموشی اختیار کی، اس نے تیسری بار عرض کی، آپ ﷺ نے فرمایا "ہر روز ستر بار معاف کیا کرو"۔

آنحضرت ﷺ کے عہد میں ایک خاندان میں سات آدمی تھے اور سات آدمیوں کے بیچ میں ایک ہی لونڈی تھی، ایک دفعہ ان میں سے ایک نے اس لونڈی کو تھپڑ مارا، آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کردو، لوگوں نے کہا "یارسول اللہ! ہم سات آدمیوں کے بیچ میں یہی ایک خادمہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "اچھا اس وقت تک خدمت گذاری کرے جب تک تم اس سے بے نیاز نہ ہوجاؤ، جب حاجت نہ رہے، تو وہ آزاد ہے"۔

ایک صاحب کے پاس دو غلام تھے، جن کے وہ بہت شاکی تھے، وہ ان کو مارتے تھے، برا بھلا کہتے تھے لیکن وہ دونوں باز نہ آتے تھے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی اور اس کا علاج پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا "تمہاری سزا اگر ان کے قصور کے برابر ہوگی تو خیر ورنہ سزا کی جو مقدار زائد ہوگی، اس کے برابر تمہیں بھی خدا سزا دے گا" یہ سن کر وہ بے قرار ہوگئے اور گریہ وزاری شروع کی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ شخص قرآن نہیں پڑھتا، وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الخ (الانبیاء۔۲۱:۴۷)

یہ سن کر انھوں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ ﷺ! بہتر یہ ہے کہ میں ان کو اپنے سے جدا کردوں، آپ ﷺ گواہ رہیں کہ اب وہ آزاد ہیں"۔

غلاموں کا لوگ بیاہ کردیتے تھے اور پھر جب چاہتے تھے، جبراً ان میں تفریق کردیتے تھے، چنانچہ ایک شخص نے اپنی لونڈی سے اپنے غلام کا عقد کردیا اور پھر دونوں میں علاحدگی کرنی چاہی، غلام نے خدمتِ نبوی ﷺ میں آکر شکایت کی، آپ ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا کہ "لوگ کیوں غلاموں کا نکاح کر کے پھر تفریق کرانا چاہتے ہیں، نکاح وطلاق کا حق صرف شوہر کو ہے"۔

اسی رحم وشفقت کا اثر تھا کہ اکثر کافروں کے غلام بھاگ بھاگ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور آپ ﷺ انھیں آزاد فرمادیتے تھے، مال غنیمت جب تقسیم ہوتا تو آپ ﷺ اس میں سے غلاموں کو بھی حصہ دیتے تھے، جو غلام نئے آزاد ہوتے تھے، چونکہ ان کے پاس کوئی مال سرمایہ نہیں ہوتا تھا، اس لیے جو آمدنی وصول ہوتی تھی، اس میں سب سے پہلے آپ ﷺ انہی کو عنایت فرماتے تھے۔

مستورات کے ساتھ برتاؤ: دنیا میں یہ صنف ضعیف (عورتیں) چونکہ ہمیشہ ذلیل رہی ہیں، اس لیے کسی نامور شخص کے حالات میں یہ پہلو کبھی پیش نظر نہیں رہا کہ اس مظلوم گروہ کے ساتھ اس کا طریق معاشرت کیا تھا، اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے، جس نے عورتوں کی حق رسی کی اور عزت ومنزلت کے دربار میں ان کو مردوں کے برابر جگہ دی، اس لیے شارعِ اسلام کے واقعاتِ زندگی میں ہم کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ مستورات کے ساتھ ان کا طرز عمل کیا تھا۔

(سیرۃ النبیؐ، جلد: دوم، ص: ۳۰۵-۳۰۶)

مولوی حبیب الرحمن۔حیدرآباد

صالحیت

فطری جذبات کی تشریح

۱)خوف ورجا:

انسان اسی سے خوف کرتا ہے جس سے اس کو اپنی جان و مال، اولاد وعزت وغیرہ کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ماننے سے جب یہ یقین پیدا ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن (قانونِ الٰہی) کے بغیر مخلوق میں سے کوئی نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ضرر۔ ذلت، عزت، منع وعطاء عارضی وابدی زندگی کا سنوار و بگاڑ صرف اللہ بزرگ و برتر ہی کے اختیار میں ہے تو دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوجاتا ہے اور مخلوق کا خوف باقی نہیں رہتا اور تمام امیدیں اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ ہوجاتی ہیں۔خوفِ الٰہی کے معنی ہیں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کے سخت وشدید ابدی نتائج، یعنی آخرت کا خوف۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی توجہ ورحمت سے محروم رہ کر دنیا وآخرت کے خسارے میں مبتلا ہونا یقینی ہے، دنیا میں یہ نقصان کہ سکون وراحتِ قلبی نصیب نہیں ہوتی اور آخرت کا یہ نقصان کہ جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا۔اللہ کا یہ خوف جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر باطل قوتوں سے بے خوفی اور عبادت واطاعت حق میں پختگی ہوگی۔ دین کی حفاظت واشاعت کا حوصلہ اس میں پیدا ہوتا جائے گا۔نفس وشیطان کی مخالفت پر ہمہ وقت آمادہ رہے گا۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہ پہلا اثر ہے کہ دل میں مخلوق کا خوف نہ رہے اللہ ہی کا خوف رہے۔"فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (سورہ ال عمران:175) ترجمہ: (پس تم ان سے مت ڈرو، صرف مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔) ایک خوف وہ ہے جو مظلوم کو ظالم سے ہوتا ہے۔ یہ خوف تو ظالم سے دور رکھتا ہے اور اللہ کا خوف، اللہ کی رحمت سے قریب کرتا ہے۔یعنی جب یہ یقین ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے انسان، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا بلکہ غضب الٰہی کا سزاوار ہوکر دنیا و آخرت کا نقصان اس کو برداشت کرنا لازمی ہوجاتا ہے تو خدا کا یہ خوف انسان کو اپنی اصلاح پر آمادہ کرتا ہے اور یہ ذوق و شوق ان اعمال پر ابھارتا ہے جس پر عمل کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق وامیدوار ہوسکتا ہے۔

غرض اللہ جل شانہٗ سے خائف رہنے کا مطلب یہی ہے کہ دل میں مخلوق کا خوف نہ رہے اور انسان ان تمام نفسانی خواہشات کی پیروی سے اجتناب کرے جو دنیا وآخرت میں اس کے لئے سخت مضر ہیں۔ ورنہ خوفِ الٰہی، خوفِ آخرت کا اِدّعا، فریبِ نفس ہے۔ شیطانی چال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نافرمانی کی علت یہ بیان فرماتے ہیں۔ "بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ" (سورہ المدثر:53) بلکہ ان کے دل میں انجامِ آخرت کا ڈر نہیں۔) بلاشبہ ایمان باللہ کا پہلا اثر خوفِ الٰہی ہے۔

۲) حمد وشکر:

یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں غور وفکر سے اور ان

کی یاد سے پیدا ہوتا ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اس کی زندگی باقی رکھنے کے لئے زندگی کا تمام سامان پیدا کیا۔ان سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے دل و دماغ، دیکھنے سننے کی قوت عطا فرمائی۔ سب سے بڑا انعام یہ کہ ایمان عطا کیا اور دین کا صحیح فہم۔ یہ تمام اللہ جل شانہٗ کے احسانات ہیں۔اس لئے وہی مستحق شکر ہیں کیونکہ جو نعمت بھی انسان کے پاس ہے حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہے۔ ”وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ“ (النحل:53) ترجمہ: (جو نعمت بھی تمہارے پاس ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔) تمام ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرما کر اتمامِ نعمت فرمایا۔ ”وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً“ (سورہ لقمان:20) اور تم پر ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں۔) اس لئے حکم یہی ہے کہ ”وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ“ (سورہ النحل:114) ترجمہ: (اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اللہ ہی کے بندے ہو۔) شکر تین باتوں سے پورا ہوتا ہے (1) ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا (2) نعمت کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا جس مقصد کے لئے نعمت دی گئی ہے (3) منعم کی حمد و ثناء کرتے رہنا۔

زندگی گزارنے کے سامان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال نہ کیا جائے تو یہ کفرانِ نعمت ہے۔غور کیا جائے تو زندگی کی ہر سانس، ہر حرکت، ہر سکون ایک نعمت ہے۔ان بے حد و حساب نعمتوں کا شمار نہیں ہوسکتا۔حقیقت تو یہ ہے کہ انسان، کیا شکر ادا کرسکتا ہے۔حق تعالیٰ کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس اعترافِ عجز ہی کو وہ شکر قرار دیتے ہیں۔اپنے کاروبار میں مؤمن حق تعالیٰ کی نعمتوں کو جس قدر ملحوظ رکھے گا، اسی قدر وہ اللہ جل شانہٗ کا شکر ادا کرتا رہے گا۔ دین کے حکموں پر پورا پورا عمل کرنا، دین کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔ نعمت، انسان کی نظر میں جتنی اہم ہوگی اتنی ہی اس کی مسرت اور قدر زیادہ ہوگی اور منعم کا شکر بھی زیادہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ دین و ایمان کی نعمت پر جس قدر شکر کیا جاتا ہے اسی قدر دین و ایمان میں پختگی و استحکام ہوتا ہے۔آیت ذیل میں خصوصیت سے اسی سنتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ ”لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ“ (سورہ ابراہیم:7) ترجمہ: (اگر تم شکر کرو تو ہم ضرور (ایمان) زیادہ کریں گے۔) اس بشارت میں سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ نعمت بڑھانے کے وعدہ کے بعد نعمت زائل ہونے کا احتمال نہیں رہتا۔اس طرح خاتمہ بالخیر ہونے کے بارے میں قلب کو اطمینان حاصل رہتا ہے۔شکر سے حق تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ”وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ“ (سورہ الزمر:7) دینِ حق نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ ”لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ“ (سورہ ال عمران:164) ترجمہ: (بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر بڑا ہی احسان کیا ہے جب کہ اُن میں اُن ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن کا تزکیۂ نفس کرتے ہیں، اُن کے غلط عقائد کی اصلاح کرتے ہیں اور انہیں کتاب اللہ کی تعلیم دیتے اور دانائی سکھاتے ہیں اور وہ رسول کے آنے سے قبل سراسر گمراہی میں تھے۔) اس لئے شکر و احسان کے جذبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں پر عمل ہوگا تو دین و ایمان میں شوق و لذت محسوس ہوگی ورنہ دین ایک بوجھ معلوم

ہوگا۔انسان کی زندگی دو حالتوں سے خالی نہیں۔یا راحت یا مصیبت،اب دین وایمان کی سلامتی اور ترقی اسی میں ہے کہ راحت کا زمانہ شکر میں اور مصیبت کا زمانہ صبر میں گزارا جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ’’الایمان نصفان نصف شکر ونصف صبر‘‘ (حدیث) ایمان کے دو حصہ ہیں نصف شکر کرنے میں ہے اور نصف صبر کرنے میں۔) گویا شکر وصبر کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔انسان کی فطرت کمال کی طالب ہے اور اللہ جل شانہٗ کی یہی مرضی ہے کہ بندہ؟ مو؟ من کامل الایمان ہوجائے۔اس لئے راحت و مصیبت کی ساعتیں اس پر گزرتی رہتی ہیں تا کہ بندہ کمال ایمان کا مقام حاصل کرے۔

۳) صبر ورضاء بالقضاء:

دین پر قائم رہنے اور اس کی اشاعت کی جدوجہد میں جو تکلیفیں پہنچتی ہیں ان کو برداشت کرنا، ان پر ثابت قدم رہنا صبر ہے۔نیز حق تعالیٰ کی جن نعمتوں میں ہم پرورش پا رہے ہیں جن سے ہم استفادہ کر رہے ہیں کبھی وہ نعمتیں امتحان کے لئے اور کبھی آخرت سے جو غفلت ہوجاتی ہے اس کو دور کرنے کے لئے یا ہمارے گناہوں کی وجہ سے وہ نعمتیں ہم سے چھین لی جاتی ہیں۔یہ بھی مصیبت ہے اس کو باذنِ الٰہی (امتحان وآزمائش) سمجھ کر برداشت کرنا صبر ہے۔اس زندگی میں حق تعالیٰ کوئی نعمت چھین لیتے ہیں تو آخرت کی زندگی میں اس کا بے حساب بدل عطا فرماتے ہیں۔اس بدل پر جب ہماری نظر ہو تو صبر آسان ہوجاتا ہے۔صبر میں بھی تین باتیں ضروری ہیں۔(1) ایمان والوں کی آزمائش کے لئے جو مصیبت (نقصان ہو) تو اس کو من اللہ سمجھنا، خواہ وہ کسی صورت سے پہنچے (2) یہ سمجھ کر کہ اس میں میرے لئے کوئی بھلائی ہوگی جسے میں سمجھ نہیں سکتا، شکوہ وشکایت نہ کرنا (3) مصیبت کو اپنے لئے موجب خیر سمجھ کر برداشت کرنا۔

توضیح: مصیبت دفع ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اُس کو دور ہونے کی شرعی تدبیر کرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔البتہ مصیبت سے حیرانی و بدحواسی نہ ہو اس کے دور کرنے کے لئے ناجائز طریقہ نہ اختیار کئے جائیں، جائز تدبیریں نہ بن پڑسکیں تو قلب میں شکایت واعتراض نہ ہو، دعا وتدبیر کرنے میں تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی پر عمل رہے۔اس لئے یہ عبادت کی تعریف میں داخل ہے جس کا اجر آخرت میں ملنا یقینی ہے۔(انشاءاللہ عزّ وجل)

ایمان لانے کے بعد بسا اوقات مصیبت ضرور نازل ہوتی ہے۔بشرطیکہ ایمان حقیقی ہو اور سمجھ کر اختیار کیا گیا ہو۔یہ مصیبت امتحان کے لئے ہوتی ہے۔اللہ بزرگ و برتر کو رب تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہمارے لئے ہمہ خیر ہیں۔رب اسی کو کہتے ہیں جس کے پیش نظر مربوب کی صلاح وخیر ہو اور حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر اپنے بندوں کی خیر وفلاح ہی ہے۔یہ ایمانی کیفیت قلب میں کس حد تک راسخ ہوئی ہے، اس کو حق تعالیٰ جانتے ہیں مگر انسان نہیں جانتا۔نیز ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کی محبت دل سے نکل جائے اس لئے دنیا کی محبوب چیزوں کو چھین لینے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ ہم میں کس حد تک حُبِّ دنیا کے مہلک امراض کا ازالہ ہوا ہے اور کس حد تک نہیں ہوا۔یعنی انسان کو اس کے قلب کی کمزوری سے مطلع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ مصائب نازل فرماتے ہیں تا کہ مومن اپنی کمزوری سے آگاہ ہو کر اصلاحِ حال کی طرف توجہ کرے۔

(ماخوذ: رہنمائے فطرت، ص:۱۰۶-۱۱۱)

ڈاکٹر مفتی محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی۔ جامعۃ العلوم گڈھا۔ گجرات

سیاست کے میدان میں مسلمان اپنا کردار پھر کب ادا کریں گے؟

جنگ آزادی کے ستر سال سے اوپر کا ایک طویل عرصہ گذر چکا ہے؛لیکن آج تک مسلمانوں کو ملک میں سیاسی نمائندگی کی فیصد دوسری قوموں کے مقابلہ میں کمی ہی رہی، اورمزید دن گذرنے کے ساتھ اس میں کمی آتی جارہی ہے اور مسلمان ملک کے دوسرے نمبر کے شہری بنائے جارہے ہیں، اور سیاسی میدان میں ان کی نمائندگی نہ کہ برابر رہ گئی ہے اور ہر طرف سناٹا سا ماچھایا ہوا ہے۔کسی بھی سیاسی جماعت میں مسلمانوں کی تعداد ان کی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہے، ویسے بھی ملک کے بڑے عہدوں پر گنتی کے چند ہی ہیں، وہ بھی کہنا مشکل ہے کہ وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے حق میں کہاں تک وفادار ہیں۔

حقیقت کے آئینہ سے دیکھا جائے تو اس وقت مسلمانوں کا حال ریلوے اسٹیشنوں کے قلی کی جیسی ہے، کہ ٹرین سے سامان اٹھا کر منزل تک پہونچا کر واپس آجاتا ہے، اسی طرح مسلمان ووٹ دے لوگوں کو حکومت تک پہونچا کر واپس آجاتے ہیں اور ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم کی صورت حال بنی رہتی ہے اور بے جان نعش متصور ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ ملکی حالات کا باریک بینی سے جائزہ لیں، ملک کس رخ پر جارہا ہے، وہ رخ کچھ ایسا ہے جو مسلم اقلیت اور ملک کی دوسری اقلیتوں اور خود ملک کی جمہوریت کے لئے بڑا خطرہ ہے، مسلمانوں کو آگے بڑھ کر ملک وملت کے لئے اپنی خدمت پیش کرنی چاہئے، سب سے پہلے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنی ہوگی اس کے بعد اپنے ووٹوں کو تقسیم ہونے سے بچائیں، اس میں علاقائی قومی وملی قائدین اور دینی رہنماؤں کو چاہئے کہ وہ ایک میز پر اکھٹا ہوں، آپسی اختلافات وانتشار کو بھلاتے ہوئے ایک متحدہ لائحۂ عمل تیار کریں، اس کے لئے الیکشن سے کافی پہلے بیٹھک شروع کرنی ہوگی اور کام کا آغاز کرنا ہوگا، ورنہ عین وقت پر اتنا بڑا کام نہیں ہوسکے گا، ورنہ یاد رکھیں: ’’لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی‘‘، شاعر شاد عظیم آبادی کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو، ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے اسی زمانے کے لئے یہ شعر کہا تھا:

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

دوسری طرف بہت ہی سوچ سمجھ کر، دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے، موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اور جرأتمندانہ فیصلہ کریں، اور جرأت مندانہ فیصلہ کرنا ہی صحیح اور مناسب ہوگا، اور وقت تقاضا بھی یہی ہے، ہمیں کسی کے دباؤ میں آکر فیصلہ نہیں لینے ہیں، اور وہ یہ کہ اپنی ذاتی سیاسی ساخت بنانے کی فکر کریں، اور اگر اپنے دینی تشخصات اور عزت کی زندگی گذارنے کے لئے سیاسی ساخت بنانے کی فکر کرنی ہی ہوگی، معلوم ہے کہ محض ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آنسو بہانا بیماری کا علاج نہیں، آنسو بہانا تو

ناتواں عورتوں کا کام ہے، مردوں کا نہیں؛ اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان حرکت کریں، حرکت میں برکت ہے؛ پس ضروری ہے کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں، آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ کے طرف سے ایک ملی وسیاسی جماعت قائم ہو جس میں دیوبندی، بریلی، سلفی، شیعہ، جمعیت علماء ہند، جماعت اسلامی، سنی وقف بورڈ، جمعیت اہل حدیث، تمام فرقے شامل ہوں جو آر ایس ایس کے طرز پر دینی وسیاسی دونوں میدانوں میں سرگرم عمل رہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ جب ہم اپنی ووٹنگ کے ذریعہ دوسرے کو پارلیمنٹ بھیجیں گے تو ان کو ہماری فکر کیا ہوگی؟ ان کو تو اپنی قوم کی فکر ہوگی۔ ہم مسلمان اگر مسلمانوں کو ووٹ دے کر بھیجیں گے تو وہ ہمارا ذکر کریں گے پارلیمنٹ میں ہمارے مسائل پیش کریں گے اور حل کروائیں گے۔

مسلمان پورے ملک میں ۱۵/ فیصد ہیں؛ لیکن ان کی ایک بھی نیشنل پارٹی نہیں ہے۔

مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ کانگریس سے وابستہ ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ کانگریس سے وابستگی پر اسے فخر ہے؛ حالانکہ کانگریس مسلمانوں کے ساتھ سلوک ماضی میں کیا کیا ہے اور آج تک کرتی ہوئی چلی آرہی ہے، اس کا مخفی پالیسی کچھ ہوتی ہے اور دکھانے کی سیاست کچھ اور ہوتی ہے، جیسے ایک کہاوت مشہور ہے کہ ہاتھی کے دو دانت ہوتے ہیں، ایک کھانے کے دوسرے دکھانے کے، یہ کہاوت کانگریس پر صادق اچھی آتی ہے، آج جن مسائل سے مسلمان دوچار ہو رہے ہیں، تقریبا ان سب کا سرا کانگریس سے جا کر ملتا ہے، خواہ وہ بابری مسجد کا مسئلہ ہو، یونیفارم سول کوڈ ہو، یا اس جیسے دوسرے مسائل، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ انڈیا اتحاد میں مولانا بدر الدین اجمل صاحب قاسمی اور جناب اسد الدین اویسی صاحب دونوں کی پارٹیوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے، اس میں بڑا ہاتھ کانگریس کا ہی ہے، کانگریس یہ نہیں چاہتی ہے کہ مسلمان سیاسی اعتبار سے ابھریں، بلکہ کانگریس کی خاموش کوشش یہ رہی ہے کہ مسلمانوں کی سیاسی قیادت کو کچلا جائے اور مسلانوں کی اپنی سیاسی قیادت قائم نہ ہوسکے ورنہ اس کا ووٹ بیلینس ختم ہوجائے گا، یہی وجہ کہ خود کانگریس کو مسلمانوں الیکشن لڑنے کیلئے ان کی آبادی کے لحاظ سے ٹکٹ نہیں دیدیتی ہے، وہ بات تو کرتی ہے کہ: جس کی جتنی سنکھیا اس کی اتنی بھاگیداری'' یعنی آبادی کے تناسب سے جس کمیونٹی کی تعداد جتنی ہے، اس کی نمائندگی حکومت میں اتنی ہی زیادہ ہونی چاہئے، ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں کو الیکشن میں ٹکٹ دیا جائیگا تب ہو تو جیت کر حکومت میں نمائندگی کر سکتے ہیں، یہاں مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے کانگریس ٹکٹ نہیں دیتی ہے اور نہ ہی سیکولر دوسری پارٹیاں، مزید جتنے کو ٹکٹ دیتی بھی تو ایسے جگہوں سے کھڑی کرتی ہے جہاں مسلم امیدوار کے جیتنے کی امید کم ہوتی ہے یا دوسرے مسلم امیدوار کے مقابلہ کھڑی کر دیتی ہے جبکہ وہ دوسرے امیدوار جیتنے کی امید زیادہ ہوتی ہے، نتیجۃً کانگریس مسلم امیدوار ہار جاتا ہے یا ووٹ کٹنے کام کرتا ہے اور خود بھی نہ جیت پاتا ہے اور دوسرے مسلم امیدوار بھی جیتنے سے رہ جاتا ہے، اور نتیجہ کے طور پر بی جے پی کا امیدوار جیت جاتا ہے، اس طرح کانگریس بالواسطہ بی جے پی کا سپورٹ کرتی ہے اور بدنام ایم آئی ایم کو کرتی ہے۔ یہاں کانگریس کے تعلق سے ماضی قریب کے دور ہنما کا قول نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، اور وہ یہ ہیں:

۱۹۳۹ء میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں مولانا تھانوی کو بھی مدعو کیا گیا، مولانا نے اجلاس میں شریک نہ ہوسکنے پر اپنی معذوری کا اظہار کرتے ہوئے اس دعوت نامے کے جواب میں جو کچھ لکھا، کانگریس کے متعلق آپ کے خیالات کے بارے میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، ساتھ ہی اس سے کانگریس کے متعلق آپ کے سخت رویے کا بھی اظہار ہوتا ہے، آپ نے لکھا کہ:

''اب تو واقعات (کانگریس کے دوسالہ دور اقتدار (۱۹۳۷ء – ۱۹۳۹ء) کے دوران مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم کی طرف اشارہ ہے) نے مجھ کو اس رائے پر نہایت پختہ کردیا ہے کہ مسلمانوں خصوصاً علماء کا کانگریس میں شریک ہونا نہ صرف مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کردینا بہت ضروری ہے، علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہئے اور مسلمانوں کا کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرانا میرے نزدیک ان کی دینی موت کے مترادف ہے''۔

ماضی قریب کے ایک بڑے مفکر اور دانشور، مسلم علی گڑھ یونیورسیٹی کے مؤسس وبانی سرسید احمد خاں نے کہا:

''یہ بنگالی بابوؤں کی جماعت ہے، اس میں ہمارا کچھ ہونے والا نہیں ہے، وہ ہم کو دھکے دیں گے اور خود گنگا نہا کر واپس چلے جائیں گے''۔

آخر مسلمان کب تک کانگریس کا دم چھلہ بن کر رہیں گے، اب بھی ان کا شعور بیدار نہیں ہوگا، تو کب ہوگا؟ دوسری پارٹیوں کے پیچھے کب چلتے رہیں گے، بیساکھی والی زندگی کب گذاریں گے: آخر کیوں؟ کیا ان کا ماضی تاریک ہے؟ نہیں، ایسا نہیں ہے، تو پھر آئیں، اپنی سیاست قیادت خود بنائیں، اور آگے بڑھیں، بہت دیر ہوگئی، اب مزید دیر کرنا بالکل مناسب نہیں، ورنہ مسلمانوں کا حال بہت برا سے برا ہوجائیگا، مایوسی مومن کا شعار نہیں، اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسباب اختیار کریں اور آگے آئیں، جو مسلم پارٹیاں قائم ہیں ان کا ساتھ دیں اگر اختلاف ہو تو صلح کریں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو، تو سب مل کر مسلم پرسنل بورڈ کی طرح ایک قومی سیاسی پارٹی کی بنیاد ڈالیں اور تمام مسلم فرقوں کو جمع کریں۔ کرنے سے ہوسکتا ہے صرف بولنے سے نہیں، اس سلسلہ میں ہمارے ملی قائدین اور رہنما آگے آئیں، مسلم پرسنل لا بورڈ کے رہنما ہی اس کی بنیاد ڈالیں اور مسلم پرسنل لا بورڈ دینی قیادت کرتا رہے اور اسی کی نگرانی میں مسلمانوں کی سیاسی قیادت ہوجائے۔

یاد رہے کہ ہر سطح پر مسلم قیادت کا ابھرنا بیحد ضروری ہے، مسلمانوں کے لئے اپنے وجود کو باقی رکھنے اور سرزمین ہند پر اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لئے اپنا سیاسی کرئیر بنانا ناگزیر ہے، ورنہ مستقبل میں دوسرے درجے کے شہری بن رہ جائیں گے، جیسا کہ مسلم مخالف عناصر چاہتے ہیں، کھلا اور پوشیدہ اسلام اور مسلم دشمن مسلم قیادت کو ابھرنے سے روکنے کی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

جب آئین بھارت میں لکھا ہے ''جس کمیونٹی کے لوگوں کی جتنی زیادہ آبادی ہے اتنے ہے اس کے نمائندے پارلیمنٹ میں چن کر پہنچیں؛ تاکہ اپنی قوم کی نمائندگی کریں اور قانون کا حصہ بن کر باہر آئیں اور قوم کو فائدہ پہنچائیں''، تو مسلمانوں کے لئے اپنی پارٹی بنانے کیا چیز مانع ہے؟ دیکھئے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب ووٹ ہمارا ہوگا، پارٹی

ہماری ہوگی، نیتا ہمارا ہوگا تب اپنی قوم کا بھلا اور کام بنے گا، اگر ایسا ہوتا ہے کہ ووٹ تو ہمارا ہے،لیکن نیتا ہمارا نہیں تو ہمارا کام نہیں ہوگا، اس سے کسی طرح کی اپنی نمائندگی کی امید رکھنا سراب پر لکیر کھینچنے کے مترادف ہوگا۔سیدھی بات یوٹیوب پر انٹرویو میں ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ کانگریس، آر ایس ایس، سی پی ایم، آم پارٹی، اور بی جے پی سب ملے جلے ایک خاندان کے افراد ہیں، یہ پورے ایک خاندان کے لوگوں کا ملا جلا ایک سنگم ہے، یہ لوگ طے کر لئے ہیں ہمیں حکومت کرنی ہے۔ دیگر سیکولر پارٹیاں بھی گو وہ اس خاندان سے نہ ہوں مفاد پرست ضرور ہیں، ان تمام پارٹیوں کا حال کم وبیش ایک ہی ہے کہ مسلمانوں کو بیوقوف بناؤ، ووٹ ان سے حاصل کرو؛ لیکن ان کی سیاسی ساخت بننے نہ دو ان کی قیادت کو ابھرنے نہ دو، کبھی کبھار بچوں کی طرح ان کو لالی پاپ دیدیا کرو، اس سے آگے نہیں، وہ اسی میں مگن رہیں گے، آگے کی سوچنے کا موقع فراہم نہ کرو۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مجموعی اعتبار سے تمام سیاسی پارٹیاں گو اپنے آپ کو سیکولر کہتی ہوں ایک بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کی سیاسی قیادت بننے مت دو جناب اسدالدین اویسی صاحب تو برابر اپنے بیانوں میں کہتے ہوئے آرہے ہیں کہ مسلمانو! اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے اپنے پیروں پر کھڑے ہو، اپنی آواز خود بناؤ، پارلیمنٹ تک پہونچاؤ۔

مسلمانوں جب اپنی پارٹی بنائیں تو اس کا نام سیکولر رکھیں، اس کے بنیادی مقاصد میں سماج میں بھائی چارگی، مظلوموں کی داد رسی، غریبوں کی مدد، مظلوموں کو انصاف فراہم کرنا، بچھڑے ہوئے طبقات کو ان کے حقوق دلانا وغیرہ ہوں، جن کی دور حاضر میں سخت ضرورت ہے۔

حافظ وقاری ولی محمد زاہدؔ ہریانوی
جنرل سکریٹری بزمِ چراغِ ادب، حیدرآباد۔تلنگانہ

غزل

گُلشن کا اک عجیب ہی منظر ہے کیا کریں
ہاتھوں میں ہر کسی کے ہی پتھر ہے کیا کریں

ہر شخص اب بنا ہوا آزر ہے کیا کریں
حالت ہمارے دیش کی ابتر ہے کیا کریں

ہاتھوں میں جس کے ہونا تھا قرطاس اور قلم
تھامے ہوئے وہ ہاتھ میں خنجر ہے کیا کریں

حاصل نہیں کسی کی شکایت سے فیض کچھ
محرومیاں جب اپنا مقدّر ہے کیا کریں

گلشن کے جو بنے ہیں محافظ ہمارے اب
ہاتھوں میں آج اُن کے بھی خنجر ہے کی کریں

کیسے بچائیں دیش کو اس کے ستم سے اب
بیٹھا ہوا یہاں بھی تو ہٹلر ہے کیا کریں

امن وامان شہر میں قائم ہو کس طرح
رہبر بھی نفرتوں کا ہی خوگر ہے کیا کریں

بویا تو تھا گلوں کا شجر اس زمین پر
کانٹوں کا آج پیڑ تناور ہے کیا کریں

زاہدؔ وفا کی جن سے تھی اُمیّد کچھ ہمیں
کذب وفریب اُن کے بھی اندر ہے کیا کریں

پروفیسر ریاض احمد

قومی تعلیمی پالیسی 2020 اور ابتدائی بچپن کی تعلیم

کسی بھی ملک میں جب نئی تعلیمی پالیسی مرتب کی جاتی ہے تو تعلیم کی مختلف سطحوں کا متعدد جہتوں سے جائزہ لیا جاتا ہے۔ موجودہ اور آنے والی تعلیمی ضرورتوں کو سامنے رکھا جاتا ہے اور سابقہ پالیسیوں کی کوتاہیوں اور ناکامیوں کے پیش نظر ایسا لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے تاکہ سابقہ خامیوں کو دور کیا جا سکے۔ موجودہ قومی تعلیمی پالیسی 2020 کافی غور وخوض کے بعد عوام کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ حتمی پالیسی کے وجود میں آنے سے پہلے 2019 میں اس کا مسودہ پیش کیا گیا اور کافی غور وفکر، بحث وتمحیص اور ماہرین کی آرا کے بعد اس کو حتمی شکل دی گئی۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 کے وژن کے مطابق نئی نسل کو ایسی تعلیم فراہم کرنا ہے جس سے ہمیں ہندوستانی ہونے پر فخر ہو۔ طلبا کو صرف نظریاتی ہی نہیں بلکہ اعمال و دلائل کے ساتھ ساتھ علم، ہنرمندی، اقدار اور فکر میں بھی ایسا انسان ہونا چاہئے جو انسانی حقوق، دائمی ترقی، مثبت طرز زندگی اور عالمی بھلائی کے لئے پرعزم ہو۔ ظاہر ہے ان اصولوں کی بنیاد ابتدائی بچپن کی تعلیم میں ہی پڑتی ہے۔ اس لئے قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے ابتدائی بچپن کی نگہداشت اور تعلیم کی ذمہ داری کے لئے حکومتی منصوبہ تیار کیا ہے۔

ماہرین نفسیات وتعلیم کا ماننا ہے کہ بچوں میں چھ سال کی عمر تک 85 فیصد ذہنی نشوونما ہو جاتی ہے اور یہی عمر ان کے جسمانی نشوونما کے لئے بھی بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ بچوں کی ذہنی وجسمانی نشوونما کی اہم منزل پر تعلیم کا معقول انتظام نہ ہونا ایک افسوسناک سماجی رویہ ہے۔ حالانکہ اس رویے کے پیچھے سماج کے علاوہ معاشی، معاشرتی اور انتظامی خامیاں بھی شامل ہیں۔ تاہم ہندوستان جیسے وسیع وعریض ملک میں ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کا بہتر انتظام نہ ہونے کے پس پشت ایک اہم سماجی مسئلہ 'غربت' ہے۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے اس اہم ترین تعلیمی و پرداختی مسئلے کی طرف توجہ کرتے ہوئے بچوں کی اس بنیادی ضرورت اور حقوق کی تکمیل کی طرف ایک اہم قدم اٹھایا ہے۔

رواں اسکولی ڈھانچے 10 +2 سسٹم کے تحت ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کا کوئی منظم اور باضابطہ انتظام نہیں ہے۔ اس سسٹم کے تحت ابتدائی اسکولی تعلیم کا آغاز جماعت اول میں 6 سال کی عمر سے ہوتی ہے۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے موجودہ تعلیمی ڈھانچے میں تبدیلی کرتے ہوئے 5+3+3+4 کا نیا تعلیمی خاکہ تیار کیا ہے۔ اس نئے تعلیمی نظام کے تحت تعلیم کا پہلا مرحلہ ECCE یعنی ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم پر مبنی ہوگا۔ حالانکہ ہمارے ملک میں بچپن کی نگہداشت اور تعلیمی تیاری کے لئے آنگن باڑی، بال واڑی اور اسی قسم کے دوسرے مراکز و ادارے موجود تو ہیں لیکن اس کے باوجود کروڑوں بچے معیاری ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم سے اب بھی محروم ہیں۔ ان میں زیادہ تعداد پچھڑے اور کمزور طبقات کے بچوں کی ہے کیوں کہ شہری علاقوں اور بعض دیہی علاقوں میں نرسری اسکول میں

اس عمر کے بچوں کی تعلیم کا انتظام تو ہے لیکن ان اسکولوں میں متوسط اور اعلی طبقے کے بچے ہی داخل ہو پاتے ہیں۔ کمزور طبقہ ان اسکولوں کی مہنگی فیس ادا کرنے کا متحمل نہیں ہے۔ اس لئے تعلیمی پالیسی 2020 نے ECCE سسٹم کو ملک گیر پیمانے پر ہمہ گیر اور معیاری بنانے کا انتظام کرنے کے لئے ایک مضبوط تعلیمی سسٹم کی تشکیل نو کا منصوبہ تیار کیا ہے تا کہ 2030 تک سبھی بچوں کو درجہ اول میں داخل ہونے کے لائق تیار کیا جا سکے۔

قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے ماہرین سے گفت وشنید اور کافی غور وخوض کے بعد صفر سے آٹھ (0-8) سال تک کے بچوں کے لئے نصابی گائڈ لائن تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ پالیسی کے مطابق Early Childhood Care and Education (ECCE) کے لئے جو نصابی خاکہ تیار کیا جائے گا وہ مثالی، کثیر رخی، کثیر سطحی اور کھیلوں، مشغلوں، سرگرمیوں وجستجو پر مبنی اکتسابی خاکہ ہوگا۔ جس کے تحت حروف تہجی، ابتدائی زبان دانی، عدد شماری، رنگ، Shapes، معمے، Puzzles، استدلالی سوچ، مسائل کا حل، ڈرائنگ، پینٹنگ، Visual Arts، کرافٹس، ناٹک، کٹھ پتلی کا رقص، ہلکی موسیقی جیسی سرگرمیوں پر مرکوز تعلیم دی جائے گی۔ اس کے علاوہ نیک سیرت و عادات، مثبت سوچ سمجھ، ماحولیاتی تحفظ، انفرادی و اجتماعی اقدار، صحت وصفائی اور امداد باہمی جیسی اہم اقدری مشغولیات کو بھی شامل کیا جائے گا۔ غرض کہ ECCE کی تکمیل پر بچہ ذہنی وجسمانی اور جذباتی واقداری تعلیم وتربیت سے معمور ہونے کے ساتھ ساتھ ابتدائی زبان دانی، عام عدد شماری اور اپنے ماحول کا شعور حاصل کر سکے گا۔

مذکورہ مقاصد کی تکمیل کے لئے NCERT قومی تعلیمی پالیسی 2020 کی ہدایات کے مطابق ایک نصابی و درسیاتی خاکہ تیار کرے گا جو ابتدائی بچپن کی نگہداشت اور تعلیم کی رہنمائی پر مبنی ہوگا۔ پالیسی کے مطابق NCERT کے ذریعہ تیار کیا گیا خاکہ National Curricular and Pedagogical Framework for Early Childhood Care and Education (NCPFECCE) کے نام سے جانا جائے گا۔ یہ فریم ورک دو ذیلی حصوں پر مشتمل ہوگا۔ پہلا حصہ صفر سے تین 0-3) (سال تک کے بچوں کے لئے اور دوسرا حصہ تین سے آٹھ 3-8) (سال تک کے بچوں کے لئے۔ یہ فریم ورک قومی و بین الاقوامی سطح پر تحقیق وتصدیق شدہ معیاری بنیاد پر مثالی ہوگا۔ اس فریم ورک میں ہندوستان میں صدیوں سے چلی آرہی بچپن کی تعلیم وتربیت کی نصابی سرگرمیوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ بالخصوص اس عمر گروپ کے دلچسپیوں کے مطابق آرٹ، کہانیاں، نظمیں، کھیل تماشے، گانے، ناٹک اور اسی طرح کی دیگر سرگرمیاں شامل ہوں گی۔ اس فریم ورک سے بچوں کے والدین، سرپرست، اساتذہ اور ابتدائی بچپن کی تعلیم وتربیت میں مشغول افراد اور ادارے بھی فائدہ استفادہ کر سکیں گے۔

قومی تعلیمی پالیسی 2020 کی ہدایات کے مطابق ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کے پروگرام کو پورے ملک میں بتدریج معیاری طریقے سے نافذ کیا جائے گا۔ سب سے پہلے بالخصوص دور دراز علاقوں، خطوں اور اضلاع کے معاشی و معاشرتی طور پر محروم طبقات کے بچوں تک ECCE کے نظام کو معیاری ڈھنگ سے پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کے کام میں شامل اداروں مثلاً آنگن باڑی مراکز، ابتدائی اسکولوں سے منسلک آنگن باڑی مراکز، موجودہ پری پرائمری اسکول جو 5 سے 6 سال تک کے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں اور ابتدائی تعلیم کے مراکز وغیرہ ان سبھی کو مزید مستحکم کیا جائے گا۔ ان کو مستحکم کرنے اور فعال بنانے کے لئے تربیت یافتہ افراد/ اساتذہ کا تقرر کیا جائے گا جو ECCE کی سرگرمیوں کو منظم اور بہتر ڈھنگ سے نافذ کرسکیں گے۔ ECCE کے مؤثر اور ہمہ گیر انتظام کے لئے پورے ملک میں آنگن باڑی مراکز کو معیاری سازوسامان اور ماہر وتربیت یافتہ ملازمین واساتذہ مہیا کرائے جائیں گے۔ ان کی تشکیل نو میں Child Friendly, Eco Friendly اور پرانبساط تعلیم کے تصورات کو ترجیح دی جائے گی۔ علاقائی تعلیمی اداروں، ابتدائی تعلیمی اداروں اور آنگن باڑی کے مراکز کے ملازمین واساتذہ کو آپس میں تبادلہ خیال کے لئے میٹنگ اور ملاقات کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ ان مٹنگ میں اساتذہ اور ملازمین کے علاوہ والدین اور سرپرستوں کو بھی مدعو کیا جائے گا۔

قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیمی انتظام کے تحت بچے کی 5 سال کی عمر سے پہلے Preparatory Classes کا نظم کیا جائے گا اور اس کے لئے بال واٹیکا کا انتظام ہوگا۔ یہ کلاس درجہ ایک میں جانے سے پہلے کی کلاس ہوگی اور اس کی نگرانی تربیت یافتہ اساتذہ کے ذریعہ کی جائے گی۔ اس سطح پر کھیل میں تعلیم، بچے کی وقوفی نشوونما Cognitive Development، تأثراتی نشوونما Effective Development اور حسی حرکی نشوونما Psychomotor Development کی نگہداشت کی جائے گی ساتھ ہی ساتھ بنیادی لسانی خواندگی اور عددشماری خواندگی (Foundational Literacy and Numeracy) پر بھی توجہ دی جائے گی۔ پالیسی کے ہدایات کے مطابق اس سطح پر ابتدائی درجات کے اسکولوں کو ملنے والی تمام سہولتوں مثلاً صحت کی جانچ، مڈڈے میل کا انتظام وغیرہ کی سہولت بھی بہم پہنچائی جائے گی تاکہ ہر بچہ پہلی جماعت میں جانے کے لئے ہر لحاظ سے تیار ہوسکے اور اس طرح ECCE کی بنیاد پر ہمہ گیر معیاری ابتدائی تعلیم کی شروعات ہوسکے۔ ان اقدامات سے بہت حد تک ابتدائی سطح بالخصوص جماعت اول تا پنجم اور جماعت چھسے آٹھ کی سطح پر ہونے والی ترک تعلیم کے تناسب کو بتدریج کم کرکے صفر پر لایا جاسکے گا۔

ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کو معیاری و ہمہ گیر بنانے کے لئے قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے NCERT کے ذریعہ تربیت مہیا کرانے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ اس کے لئے موجودہ آنگن باڑی مراکز کے ملازمین اور اساتذہ کو منظم طریقے سے NCERT کے ذریعہ تیار کئے گئے نصابی خاکہ اور درسی مواد کے ذریعہ تربیت فراہم کی جائے گی۔ 10+2 یا اس سے زیادہ تعلیم یافتہ ملازمین اور اساتذہ کے لئے چھ ماہ کا ECCE تربیتی پروگرام کرایا جائے گا جب کہ اس سے کم تعلیم یافتہ ملازمین کے لئے ایک سالہ ڈپلومہ پروگرام کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ یہ سبھی تربیتی پروگرام زیر ملازمت ملازمین کو ان کی خدمات میں خلل پہنچائے بغیر فاصلاتی طرز تعلیم اور ڈیجیٹل ودیگر جدید ترسیلی وتکنیکی ذرائع سے DTH اور اسمارٹ فون کا سہارا لے کر مکمل کیا جائے

گا۔ آنگن باڑی مراکز کے ملازمین اوراساتذہ کو Cluster Resource Centre سے جوڑ کر اسکول ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے ذریعہ مسلسل جامع جانچ اور ماہانہ مسلسل جانچ کرکے Input وتقویت فراہم کی جائے گی۔ مستقبل میں ان کی بڑی تعداد کی ضرورت کے پیش نظر ریاستی حکومتوں کے ذریعہ انہیں خصوصی تربیت فراہم کرانے کی ہدایت دی گئی ہے۔اس ضمن میں ضروری سہولتوں کو بہم پہنچانے کے لئے پیشہ وارانہ ماہرین سے لگاتار مشورے لئے جائیں گے اور گاہے بگاہے ان کی خدمات بھی حاصل کی جائیں گی۔

واضح رہے کہ چھوٹے قصبوں، دوردراز علاقوں، دیہی علاقوں،شہر کی جگی جھونپڑی کے علاقوں کے ساتھ ساتھ قبائلی علاقوں میں بھی ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کے مراکز قائم کئے جائیں گے۔ان علاقوں میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے متبادل اسکولی تعلیم اورابتدائی مدارس کا انتظام بھی کیا جائے گا مثلاً آشرم شالہ اور اس طرح کے دوسرے تعلیمی و بچپن کے نگہداشت کے مراکز وغیرہ۔ ECCE کے پروگرام کو بہتر ڈھنگ سے نافذ کرنے کی غرض سے وزارت تعلیم اس کے لئے بنیادی سہولتیں فراہم کرے گی اور ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کے تعلیمی منصوبے اور نصاب کو مزید تقویت فراہم کرنے کے لئے وزارت تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر محکمے اور وزارتیں مثلاً Women and Child Development(WCD)، صحت و خاندانی بہبود Family Wlfare(HFW) and Health اور قبائلی بہبود کے محکمے اور وزارت اس میں تعاون دیں گے۔ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کی دیکھ ریکھ کے لئے اوراسے مسلسل رہنمائی فراہم کرنے کے لئے ان محکموں،وزارتوں اور اسکول ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے ذریعہ ایک اسپیشل جوائنٹ ٹاسک فورس تشکیل دی جائے گی جو مستقبل میں ECCE کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے سرگرم رہے گا۔غرض کہ قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے ابتدائی بچپن کی نگہداشت وتعلیم کی ترویج وترقی کے لئے اور اس کے بہتر انتظامات کے لئے ممکنہ حدتک کوشش کرنے کی ہدایت دی ہے تا کہ 2030 تک اس کے مقصد کی صد فیصد حصولیابی ہوسکے۔

رہبر پرتاپ گڑھی (یوپی)

نعت

جو دل سے مرے آقاؐ کا شیدا نہیں ہوتا
وہ شخص بُرا ہوتا ہے اچھا نہیں ہوتا

رہ جاتی زمانے میں ضلالت ہی ضلالت
آقاؐ سا پیمبر اگر آیا نہیں ہوتا

میں گھر سے نکلتا ہوں درود آپؐ پر پڑھ کر
اِس واسطے مجھ کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا

اصحابِ نبیؐ سے جسے اُلفت نہیں ہوتی
وہ دعوے میں اپنے کبھی سچا نہیں ہوتا

ڈاکٹر ابوزاہد شاہ سید وحید اللہ حسینی القادری الملتانی کامل الحدیث جامعہ نظامیہ، M.A., M.Com(Osm)

سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتیؒ اور اکرام انسان

سلطان الہند خواجۂ خواجگان بدر العارفین معین الملۃ والدین حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسنی سنجری چشتیؒ المعروف خواجہ غریب النواز (536-633ھ م 1141-1238ء) کی ولادت باسعادت ایران کے مشرق میں واقع صوبے سجستان میں ہوئی۔ آپؒ کے والد گرامی حضرت سیدنا خواجہ غیاث الدین حسن کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب شہید کربلاء حضرت سیدنا امام حسینؓ سے جاملتا ہے جب کہ آپ کی والدہ محترمہ سیدتنا بی بی ام الورعؒ المعروف بی بی ماہ نورؒ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب سبط رسول ﷺ حضرت سیدنا امام حسینؓ سے جاملتا ہے۔ (مراۃ الاسرار، تذکرۃ السادات، مسالک السالکین)۔ آپؒ کے والد گرامی اپنے وقت کے بڑے عالم دین تھے اسی لیے آپؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ نے بعمر نو سال قرآن شریف حفظ فرمایا۔ آپ نے سنجر کے ایک مکتب میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد آپ مرشد کامل کی تلاش میں نکلے اور 552ھ م 1157ء میں ہارون پہنچے اور اپنے وقت کے پیر کامل اور مرتاض بزرگ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی مجلس معارف و حقائق سے کئی سالوں تک مستفید ہوتے رہے۔ آپؒ ہی کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ بعدہ پیر و مرشد نے آپؒ کو خرقۂ خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا (ترجمۂ فرشتہ)۔ آپ کی بود و باش کا اہم ذریعہ والد ماجد کے ترکہ سے ملی پن چکی اور باغ سے ہونے والی آمدنی تھی۔ (سیر العارفین)۔ اوہام پرستی، خرافاتی اعمال میں غرق اور چھوت چھات و اونچ نیچ کے غیر انسانی تقسیم کے سماج میں مساواتِ انسانی کا انقلاب بپا کرنے والی اس عظیم ہستی کی گزر بسر انتہائی سادہ تھی لیکن سخت ریاضت و مجاہدات، تقوی و طہارت، زہد و استغناء کی کیفیت آپ کی نگاہ پر جلال میں وہ تاثیر پیدا کردی تھی کہ اگر کسی فاسق و فاجر کو بھی دیکھ لیتے تو وہ فوراً اپنے گناہوں سے تائب ہوجاتا۔ آپؒ 586ھ م 1190ء میں بزمانہ پرتھوی راج اجمیر شریف میں رونق افروز ہوئے۔ (اخبار الاخیار، فوائد السالکین)۔ 6/ رجب 633ھ م 1238ء اپنے حجرۂ میں داخل ہوئے اور کافی عرصہ گزرنے کے باوجود آپ اپنے حجرہ سے باہر نہ آئے تو خدام حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپؒ رحمت حق میں پیوست ہوچکے تھے۔ آلاتِ مواصلات کی قلت اور پیغام رسانی کے غیر ترقی یافتہ اور روایتی طریقہ کے استعمال کے دور یعنی آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں سرزمین ہندوستان پر اسلام کی آبیاری، فروغ نشو و نما اور تبلیغ و اشاعت میں تاجرین، فاتحین اور مبلغین (صوفیائے کرام) نے اہم رول ادا کیا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے جتنی کاوشیں اسلام کے

فروغ کے لیے کی جاتی ہیں اس سے کہیں زیادہ یہودی، نصاری اور ان کی ہمنوا لابی مخالف اسلام سرگرمیوں میں ملوث رہی ہیں۔ چنانچہ واسکودی گاما (1469-1524ء) کی یورپ سے براہ راست ہندوستان کو منسلک کرنے والی بحری راہ کی دریافت نے مسلمانوں کی تجارت پر کافی منفی اثرات مرتب کیے تو وہیں برطانیہ کے ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے قیام نے فاتحین کے سلسلہ کو منقطع کردیا اور اب مبلغین کے قدم روکنے کے لیے ہر باریش فرد کو دہشت گرد قرار دیکر ان کے حوصلوں کو پست کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن بفحوائے آیت کریمہ ''الا ان حزب اللہ ھم المفلحون'' مبلغین یعنی صوفیائے کرام کا مشن اور تنظیم سلاسل کا تسلسل پوری آب وتاب کے ساتھ ہر دور میں جاری و ساری رہا اور انشاءاللہ العزیز مبلغینِ اسلام تا قیامت شمس وقمر اپنی پوری قوت وتوانائی کے ساتھ بلاخوف وخطر اس کارخیر میں مصروف ومنہمک رہیں گے۔ ان ہی بزرگانِ دین کی خلوص و للّٰہیت پر مبنی انتھک جدوجہد، مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ کرۂ ارض پر مسلمانوں کی دوسری بڑی آبادی ہندوستان میں مقیم وسکونت پذیر ہے۔ ہندوستان میں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شاذلیہ سلاسل کو کافی شہرت اور مقبولیت ملی۔ پیر طریقت حضرت ابوالعارف شاہ سید شفیع اللہ حسینی القادری الملتانی قدس سرہ العزیز (سابق سجادہ نشین درگاہ پیر قطب المشائخ حضرت شاہ سید پیر حسینی القادری الملتانیؒ محقق امام پورہ شریف) ارشاد فرماتے ہیں ''فقہ کے مشہور مذاہب اربعہ میں جغرافیائی حالات، علاقوں میں رائج چلن اور مختلف ممالک کے مقامی باشندوں کے عادات واطوار اور رسم ورواج کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ اختلاف سلاسل طریقت میں بھی یہی عناصر کارفرما ہیں جس طرح ہر فقہی مذہب برحق ہے اسی طرح ہر سلسلہ طریقت قابل اکرام وتعظیم ہے''۔ گراں مایہ روحانی سرچشمہ، مقتدائے روزگار، معین الحق حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسنی سنجری چشتیؒ نے بمقام اجمیر 591ھ م 1194ء میں آریائی سرزمین ہندوستان پر سلسلہ چشتیہ کا مرکز قائم فرمایا اور اس سلسلہ کے فروغ میں اہم رول ادا کیا۔ جس طرح نقشبندی سلسلہ (جو پہلے سلسلۂ خواجگان کے نام سے معروف تھا) خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی طرف منسوب ہے جب کہ اس سلسلہ کے اصل بانی حضرت سیدنا خواجہ احمد (التوفی 561ھ م 1166ء) ہیں اسی طرح اکثر لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ چشتیہ سلسلہ کے موسس حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں جبکہ اس سلسلہ کی بناء حضرت سیدنا ممشاد الدینویؒ (التوفی 299ھ م 911ء) کے شاگرد رشید حضرت سیدنا ابواسحاق شامیؒ (التوفی 329ھ م 940ء) نے رکھی تھی۔ آپؒ کا مزار جبل قاسیون دمشق میں واقع ہے اور وہیں حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابن عربیؒ (560-638ھ م 1165-1240ء) بھی مدفون ہیں۔ حضور سیدنا غریب النوازؒ اور بانی سلسلہ کے درمیان حضرت ابواحمد چشتیؒ، حضرت محمد چشتیؒ، حضرت یوسف چشتیؒ، حضرت مودود چشتیؒ، حضرت حاجی شریف الزندنیؒ اور حضرت خواجہ عثمان الھارونیؒ جیسے بزرگوں کا واسطہ ہے۔ البتہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے فروغ کے لیے کی جانے والی آپ کی مساعیٔ جمیلہ اظہر من الشمس وابین من الامس ہے۔ بفحوائے حدیث پاک ''غزوۃ الہند'' کشورِ ہندوستان آپ ہی کے حصہ میں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو دیارِ ہند میں ''سلطان الہند''، ''نائب رسول فی الہند''، ''ہندالولی'' اور ''ہندالنبی'' جیسے معزز خطابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس طرح مغربی نصف کرہ میں آپؒ کے ماموں پیرانِ پیر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ (470-561ھ م 1077-1166ء) کو ''شہنشاہ بغداد''

کہا جاتا ہے اسی طرح مشرقی نصف کرہ میں آپؒ کو ’’سلطان الہند‘‘ کہا جاتا ہے۔آج کے اس پُر آشوب و پرفتن اور بے راہ روی کے دور میں نئی نسل کو نہ صرف ان بزرگانِ دین کی سیرت سے واقف کروایا جانا ضروری ہے بلکہ ان مبارک ہستیوں کی تعلیمات اورارشادات پر ہم سب کو صدق دل سے عمل پیراہونا چاہیے تا کہ معاشرے سے برائیوں کو جڑ سے ختم کیا جاسکے۔ حضرت سیدنا خواجہ غریب النواز ارشاد فرماتے ہیں۔ایک گناہ کا ارتکاب ایک شخص کے حق میں اس قدر تباہ کن نہیں ہوتا جس قدر ایک مسلمان کو حقارت کی نظر سے دیکھنا ہے۔آج ہم مادہ پرستی میں اس قدر غرق ہو چکے ہیں کہ ہم نے انسان (جس کو اللہ تعالیٰ اشرف المخلوقات بنایا ہے) کے مقابل مال وثروت، جاہ و حشمت، عہدہ و منصب اثر و رسوخ کو اہمیت دینے لگے ہیں اسباب دنیا کی فراوانی ہوتے ہی ہم میں سے اکثر کا تیور ہی بدل جاتا ہے اور ہم ایمان وعمل سے غفلت برتنے لگتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم انسان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ مخدوم (انسان) کے مقابل خادم (دنیا وما فیہا) کو ترجیح دی جائے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’اور بیشک ہم نے بڑی عزت بخشی اولادِ آدم کو‘‘ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 70) یہ کتنی جرأت وجسارت کی بات ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے عزت واکرام سے نوازا ہم اسی کو حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ہم معاشرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو حقارت سے دیکھنے کی لعنت تیزی سے پھیل رہی ہے (العیاذ باللہ)۔غرباء ومفلوک الحال اشخاص کی امداد کرنا چشتیہ سلسلہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔ چنانچہ آپؒ بھی بیکسوں، بیواؤں، بینواؤں، محتاجوں، فقراء ومساکین کی ہمیشہ فریادرسی فرمایا کرتے اسی لیے آپ کو غریب النواز کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت قطب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ’’میں ایک عرصہ تک آپ کی خدمت اقدس میں رہا لیکن میں نے آپ کی بارگاہ سے کسی سائل کو خالی ہاتھ جاتے ہوئے نہیں دیکھا‘‘ (احسن السیر) اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگانِ دین کے صدقہ وطفیل مفاد پرستی کے دامِ فریب سے نکل کر انسانیت نواز کام کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین، طٰہٰ ویٰسین۔

افتخار راغبؔ۔ دوحہ، قطر

غزل

دیکھ لینے دو ہمیں خواب میں گھر کی صورت
زندگی ہم نے گزاری ہے سفر کی صورت

کچھ بتائے کوئی کس طرح نہ دیکھوں اُس کو
میری آنکھوں میں وہ رہتا ہے نظر کی صورت

دل میں وہ زلزلہ آیا دمِ رخصت کہ نہ پوچھ
قصرِ تن ہوگیا یک لخت کھنڈر کی صورت

نوحؑ کے دور کا سیلاب سمجھ میں آجائے
ابر برسے جو کبھی دیدۂ تر کی صورت

کوئی تفریق نہ مطلب نہ عداوت نہ حسد
فیض پہنچاتے رہو سب کو شجر کی صورت

چشمِ آگاہ دکھاتی ہے مناظر کیا کیا
کیوں نہ افسردہ ہو اربابِ نظر کی صورت

ایک بے چینی سی رہتی ہے ہمیشہ راغبؔ
جانے کیا چیز ہے سینے میں شرر کی صورت

ڈاکٹر مفتی محمد اعظم ندوی۔استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

اسلام کے درخشاں مستقبل کی نوید

مایوسیوں کے اندھیروں میں نئے نئے حلقہ بگوش اسلام ہونے والے مخلصین کی داستانیں بڑی فرحت بخش اورامید افزا ہوتی ہیں، خصوصاً اس ماہ مبارک میں ایک طرف تو اقصی کی سرزمین سے آنے والی ہلاکت خیز خبریں ہیں، جن سے کلیجہ خون ہوتا ہے، تو دوسری جانب غزہ کے جیالوں کی ثابت قدمی اور اسلام کی دوسری سدا بہار خوبیوں سے متاثر ہوکر اسلام کو بحیثیت دین ومذہب قبول کرنے والوں کے مسرت آگیں واقعات، ایسے ہی چند حالیہ واقعات ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

۱- ۴۴ سالہ امریکی مصنف جیفری شان کنگ Shaun King اوران کی سیاہ فام اہلیہ رائے کنگ نے رمضان کی اولین شب میں امریکی ریاست ٹیکساس کے شہر (کاؤنٹی) ڈیلاس کی ایک مسجد میں سیاہ دھاریوں سے منقش سفید رنگ کا فلسطینی کوفیہ (رومال) پہن کر فلسطینی نژاد امریکی داعی عمر سلیمان کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا، کنگ سوشل اکٹیوسٹ ہونے کے ساتھ ساتھ کئی امریکی اخبارات میں کالم نگار اور سابق عیسائی پادری رہ چکے ہیں، وہ اپنی فلسطین نوازی اور اسرائیلی جارحیت کی شدید مخالفت کے لیے مشہور ہیں، جس کی وجہ سے ان کے ۶ ملین فالوورز والا انسٹاگرام اکاؤنٹ بند کیا جاچکا ہے، اسی وجہ سے ان کا ٹک ٹاک اکاؤنٹ بھی بلاک کردیا گیا ہے، فیس بک کی نارو اور جاہلانہ پابندیاں بھی ان پر جاری ہیں، اس کے باوجود یہ صہونیت دشمنی میں ثابت قدم ہیں، نسل پرستی کے خلاف ان کی مہم اور اسلام میں انسانی حقوق کی جامع اور انقلابی تعلیمات وہدایات نے ان کو اسلام کی جانب راغب کیا، اور بالآخر ہدایت نصیب ہوئی، ان کا کہنا ہے کہ میں نے امن اور محبت کے مذہب کا انتخاب کیا ہے، یہ ان اسلام دشمنوں کے چہروں پر زبردست طمانچہ ہے جو اسلام کے رخ روشن پر دہشت گردی اور بے دردی کی کالک پوتنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲- امریکی ریپ اسٹار اور پروڈیوسر لِل جون LILJON نے کیلی فورنیا کی ایک مسجد میں کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا، انہوں نے جمعہ سے قبل لاس اینجلس کی کنگ فہد مسجد جاتے ہوئے لوگوں کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا، سوشل میڈیا پر ان کے دس لاکھ سے زیادہ فالوورز ہیں، بعض مشترکہ صوفیانہ مسلمات سے ان کو پہلے ہی دلچسپی تھی، ان کا میڈی ٹیشن البم کافی پذیرائی حاصل کرچکا ہے، ۱۹۷۲ء میں جورجیا میں پیدا ہوئے اور ریپ میوزک میں کمال دکھانے کے بعد ایک ریپر rapper کی حیثیت سے مشہور ہوئے، ہپ ہاپ (ڈسکو ریپ) کی ایک ذیلی قسم hip-hop subgenre کو متعارف کرانے میں ان کا اہم کردار مانا جاتا ہے، جون شان کنگ کے بعد رمضان کے پہلے ہفتہ میں دین اسلام قبول کرنے والے دوسرے

امریکی شہری ہیں، انہوں نے اپنے انسٹاگرام پیج پر اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، اور بتایا کہ حقائق خواب میں دکھائے گئے، آج سے میں برادر جون ہوں، اور TurnDown ForIslam# سماجی ویب سائٹ ایکس پر ٹرینڈ کر گیا، سچ ہے کہ دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، اللہ تعالی جس کا سینہ چاہے اسلام کے لیے کھول دے۔

۳- بین الاقوامی شہرت یافتہ امریکی سائنسدان پروفیسر ہنری کلاسن نے بھی ابھی حال ہی میں اسلام قبول کیا، اور روزے بھی شروع کر دیئے، اب ان کا نام عبدالحق رکھا گیا ہے؛ چونکہ حق اور علم حقیقی کی تلاش ان کو صراط مستقیم کی جانب کھینچ لائی ہے، عبدالحق صاحب ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، اور اسٹیم سیلز stem cells کے شعبہ کے ایک سرکردہ سائنسداں ہیں، اور موروثی نابینا پن کے علاج کے لیے اسٹیم سیل دوا کے موجد ہیں۔

۴- اس سے قبل اسی سال فروری میں ۲۳ سالہ سابق ہسپانوی فٹبالر جوس اگنیشیو پلیٹیر یو Ignacio José Peleteiro بھی اپنے کویتی فٹبالر دوست فیصل بورسلی کی ۱۱ سالہ محنت کے نتیجہ میں اللہ کی توفیق سے اسلام قبول کیا تھا، یہ جوٹا Jota کے نام سے فٹبال کی دنیا میں مشہور ہیں، اور متعدد مشہور کلبس کے لیے فٹبال کھیلتے رہے ہیں، یہ Attacking midfielder کی حیثیت سے سینٹر اور اپنی ٹیم کے فارورڈ کے بہترین کھلاڑی مانے جاتے تھے، فیصل کے گھر میں ایک عشائیہ پر فیصل کی والدہ نے جب welcom to Islam لکھا ہوا کیک جوٹا کو پیش کیا تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکے اور محبتوں کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ میں نے خود کو زیادہ مسرور اور طاقتور محسوس کیا، ۲۰۲۱ء میں فٹبال کی دنیا سے کنارہ کش ہونے والے نوجوان کو آج اسلام نے پھر شہرت عطا کر دی، اور اس سے اچھی شہرت کیا ہوگی! وللہ الحمد۔

۵- شکاگو کی مرکز الصلاۃ میں پہلی تراویح کے موقع پر پانچ لوگوں نے اسلام قبول کیا، اسٹیفن یابورو، خوسے الفیرا، آدم کلائن، انجل گونزلیس اور جفاری شموئیل ان کے نام ہیں، انہوں نے اسلام کے بارے میں کافی مطالعہ کیا اور پھر راغب ہوئے۔

۶- ٹوکیو، جاپان کی مسجد ترکی میں ۲۶ فروری کو ایک جاپانی نوجوان نے اسلام قبول کیا، اس مسجد کیا یک مصری نژاد جاپانی داعی ڈاکٹر سید شرارہ کہتے ہیں کہ یومیہ درجنوں جاپانی اس مسجد کو وزٹ کرتے ہیں اور اسلام کی جانب راغب ہوتے ہیں۔

۷- وینزویلا کی ایک باتوفیق خاتون راکیل نے اسی مارچ میں اسلام قبول کیا، ہسپانوی زبان میں بھی کلمۂ شہادت کو دوہرایا، وینزویلا اور لاتینی امریکہ میں واقع ادارہ The Global Center for civilization Interaction میں یہ خوشگوار واقعہ پیش آیا، وہ ۱۲ سال قبل اسلام لانے والی اپنی بہن ایدا سے متاثر ہوکر اسلام لائیں۔

۸- وسطی امریکہ کے ملک سلواڈور salvador سے فرانسیسکو نامی شخص کی خبر مشہور ہوئی جس نے ایک سال قبل اسلام قبول کیا تھا اور آج اس کی کوششوں سے اللہ نے اس کی بیوی اور بیٹے کو بھی اسلام سے سرفراز فرمایا، ویڈیو میں دکھایا گیا ہے کہ جائے نماز نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ پلاسٹک پر نماز ادا کر رہے ہیں، اس واقعہ میں بھی مذکورہ ادارہ

کی کوششیں شامل تھیں، اس ادارہ کے عربی وانگریزی دولسانی 'تواصل میگزین' میں ایسے بڑی خوش آئند خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں، اور تازہ واردان بساط اسلام کی بھرپور رہنمائی بھی کی جاتی ہے۔

۹- گزشتہ سال حج کے موقع سے جبل رحمت، عرفات سے اس ویڈیو کو بڑی پذیرائی ملی تھی جس میں جنوبی افریقہ کے سابق پادری ابراہیم رچمنڈ Ibrahim Richmond کو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اپنے اولین حج میں سراپا گریہ و نیاز سربسجود ہوتے ہوئے دکھایا گیا، یہ ۱۵ سال چرچ کے پادری Priest رہے، تقریباً ایک لاکھ ان کے متبعین ہیں، کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ندا آئی: ''اپنے لوگوں سے کہہ دو کہ وہ سفید لباس پہن لیں''، ان کا بیان تھا کہ: ''پہلے میں نے اسے محض ایک خواب سمجھا، لیکن جب بار بار یکساں خواب دیکھا، اور پہلے سے زیادہ طاقتور آواز کے ساتھ، تو میں نے تعبیر لی کہ یہ تو مسلمانوں کا لباس ہے؛ چنانچہ میں نے لوگوں کے سامنے برملا اظہار کردیا، اللہ تعالی نے میری توقع سے بڑھ کر اس کو آسان کردیا، اگلی نشست سے سب سفید لباس میں آنے لگے، میں نے کلمہ پڑھا اور سب نے دوہرایا''، سچ ہے: ''فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ'' (الانعام: ۱۲۵) (پس اللہ جسے ہدایت دینا چاہتے ہیں، اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں)۔

۱۰- مارچ ۲۰۲۳ء کی بات ہے جب کیلیفورنیا سے تعلق رکھنے والے معروف و مشہور عیسائی پادری فادر ہیلیر یون ہیگی نے عیسائیت ترک کرنے کے بعد اسلام قبول کرلیا تھا، ہیگی نے، جنہوں نے اب اپنا نام تبدیل کرکے سید عبداللطیف رکھا تھا، کہا تھا کہ اسلام کی طرف ان کا جھکاؤ ۲۰ سال پہلے ہوا تھا، لیکن انھوں نے حال ہی میں اسلام کو مکمل طور پر قبول کرنے کا اعلان کیا ہے، سید عبداللطیف، ایک امریکی پادری تھے، اس سے قبل وہ روسی آرتھوڈوکس راہب تھے، اور اپنے پیروکاروں میں مہربان اور مقدس سمجھے جاتے تھے، نیز غیر معمولی صبر کرنے کی وجہ سے عزت حاصل کی تھی، سید عبداللطیف نے اپنے اسلام کے سفر کے بارے میں ایک بلاگ پوسٹ میں اعلان کیا تھا، جس میں انھوں نے اپنے اس انقلابی فیصلہ پر کہا تھا کہ یہ گھر آنے کی طرح تھا، انھوں نے لکھا تھا کہ کئی دہائیوں تک مختلف لمحات میں اسلام کی طرف راغب ہونے کے احساسات کے بعد، میں نے آخر کار فیصلہ کیا کہ اب میں اس مذہب میں مکمل طور پر قدم رکھوں، یہ واقعی گھر آنے کی طرح محسوس ہوتا ہے۔

یہ چند مشہور واقعات ہیں، ورنہ جو لوگ امریکہ اور یورپ میں رہتے ہیں، وہ بتاتے ہیں کہ اب یہ روزمرہ کی بات ہے، اور ہر شعبۂ حیات سے وابستہ افراد اسلام کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں، مصنف، پروفیسر، کھلاڑی، موسیقی کار، فلمی ستارے، عیسائی علماء ومشائخ (احبار ورہبان) سبھی اسلام کی وحدت گاہ میں نظر آئیں گے، جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کررہے ہیں، اور خود تراشیدہ بت خود اپنے ہاتھوں سے پاش پاش کررہے ہیں، کاش مسلمان چیلنجوں کے درمیان حکمت وبصیرت کو کام میں لاتے ہوئے داعیانہ کردار پر قائم رہیں، اور اس آواز پر لبیک کہیں کہ:

قُوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

ہندو مصنفین کی سیرت نگاری — ایک تجزیاتی مطالعہ (۳)

(۵) اسلام کے پیغمبر محمد ﷺ Muhammad (The Prophet Of Islam)

پروفیسر کے .ایس راما کرشنا راؤ

کے ایس راما کرشنا راؤ یونیورسٹی آف میسور میں فلسفہ کے پروفیسر تھے، ان کی یہ کتاب چھ فصلوں (Chapters) پر مشتمل ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے عملی اور اخلاق گوشوں اور اسلامی اعلی تعلیمات پر خوبصورت پیرایہ بیان میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱) پہلے چیپٹر میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت، آپ کی آمد سے برپا ہونے والے خوبصورت انقلاب کو بیان کیا ہے، اسی فصل میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں نے اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تو مجھے کچھ تردد ہوا کیوں کہ میں اس مذہب سے تعلق نہیں رکھتا، یہ ایک نازک معاملہ تھا؛ اس لیے کہ دنیا میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ پائے جاتے ہیں، نیز ہر مذہب میں مختلف فرقے اور مکاتب فکر (Schools Of Thought) ہوتے ہیں اور بعض وجوہ سے دوسرے مذہب کے بارے کم سے کم لکھنا چاہیے؛ لیکن جب تمام انسان اپنی اصل اور بنیادی ضرورتوں کے استعمال میں بالکل ایک جیسے ہیں، تو اگر ہم اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنے پڑوسی کے دین، افکار اور تہذیب کے بارے میں جانکاری حاصل کریں تو اس سے تعلقات میں اضافہ ہوگا۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ انسان کو دنیا کے تمام مذاہب کو صحیح عقیدت کے ساتھ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے؛ تاکہ باہمی معلومات اور تعلقات میں اضافہ ہو اور ہم بہتر طریقے سے اپنے قریب یا دور کے لوگوں کی قدر کر سکیں۔

اگر ہم اس دنیا میں اچھے شہری بننا چاہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم عظیم مذاہب کے ان پیشواؤں کو جاننے کی کوشش کریں، جنہوں نے انسانوں پر حکومت کی ہے۔ (۲۶)

سیرت طیبہ کے بارے میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

پیغمبر محمد ﷺ بھی ایک ایسے اکیلے تاریخی شخص ہیں، جن کی زندگی کے ایک ایک واقعہ کو بہت احتیاط کے ساتھ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کیا گیا ہے، ان کی زندگی اور ان کے کارنامے خفیہ اور پراسرار پردوں میں چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے کسی کو بہت زیادہ محنت اور بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ (۲۷)

پروفیسر موصوف نے پروپیگنڈہ کہ ''اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے''، اس کی تردید کی ہے۔ (۲۸)

(۲) دوسرے چیپٹر میں یہ لکھا ہے کہ کیسے عرب جیسی خونخوار قوم میں آپ ﷺ کے اصلاحی انقلاب، دشمنوں سے تعلقات کی بحالی، جنگوں میں کم سے کم انسانی جانوں کے ضیاع، آپ ﷺ کے انسانیت کی بنیاد پر جنگی اصول، دشمنوں کو معافی، ہدایات کے ساتھ عملی نمونے اور اسلام کے دنیا پر

احسانات اوراس کے خوبصورت اصول کو بیان کیا گیا ہے۔

(۳) تیسرے چیپٹر الامین کے عنوان سے شروع ہوتا ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی آزمائش، آپ کا موثر کردار، رسول اللہ ﷺ کے تئیں بے انتہاء محبت اور اچھی صلاحیت کے صحابہ جیسے عناوین پر کلام کیا گیا ہے۔

(۴) چوتھی فصل صادق کے عنوان سے شروع ہوتی ہے، جس میں انسانی زندگی کے لیے مکمل نمونہ، عظیم محمد ﷺ، نبی امی، بے داغ اور خالص محمد ﷺ جیسے عناوین زیر بحث آئے ہیں۔

(۵) پانچویں فصل ''دنیا کے لیے ایک دائمی میراث'' جیسے مرکزی عنوان سے شروع ہوتی ہے اور اس میں ایمانداری سے بڑھ کر، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے علمی میراث اور مغرب علم میں عرب کا مقروض۔

(۶) چھٹی فصل ''محمد اللہ کے رسول'' جیسے مرکزی عنوان سے شروع ہوتی ہے، جس کے ذیلی عنوانات درج ذیل ہیں: اسلام ایک مکمل نظام حیات، اعلی تعلیمات، صحیح عقیدہ اور درست عمل کی بنیاد پر، اللہ کے جیسا کوئی نہیں، مخلوق میں انسان کا درجہ، یہ زندگی آخرت کی تیاری کے لیے ہے، انسان کی تقدیر اور محمد اور قرآن کے بارے میں غیر مسلم کا فیصلہ۔

اس کتاب کے متعدد زبانوں جیسے اردو اور ہندی وغیرہ میں ترجمے ہو چکے ہیں۔

(۶) پیغمبر اسلام محمد (Muhammad The Prophet Of Islam)

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر نشی کانتا چٹوپادھیائے ہیں، جو حیدرآباد کالج کے مہتمم اور تاریخ کے پروفیسر تھے، ۹۱ سال کی عمر میں ۱۹۵۶ء میں ان کا انتقال ہوا، یہ کتاب بھی انگریزی زبان میں ہے، جو دراصل ایک لکچر کی کتابی شکل ہے، یہ لکچر مرزا فیضان علی خان کے دولت کدہ واقع چادر گھاٹ حیدرآباد پر ۲۵/نومبر ۱۹۰۴ء کو دیا گیا تھا، جسے بعد میں کتابی شکل دے کر دی وِلّا اکیڈمی سلطان پورہ حیدرآباد نے ۱۹۰۴ میں شائع کیا، یہ مجموعہ (۳۶) صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر نشی کانتا کہتے ہیں کہ میں جب ایڈن برگ عجائب خانہ جاتا تھا، تو عام طور پر آمنے سامنے رکھی ہوئی دو تصاویر پر نظر پڑتی تھی، جن میں سے ایک عیسی مسیح کی تھی، جو ایک معصوم بچے کے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور دوسری تصویر محمد ﷺ کی ہوتی، جو مسخ شدہ، انتہائی خوفناک، بدصورت، ڈراؤنی اور انتقام کو واضح کرنے والی تھی، یہ دونوں تصاویر محمد ﷺ اور عیسی مسیح کے ساتھ یوروپین عوام کے خیالات کو پیش کرتی ہیں، عیسائی دنیا میں عالمی سطح پر کسی نبی کو نہ اتنا بدنام کیا گیا اور نہ ہی تنقید کا نشانہ بنایا گیا، جتنا کہ محمد ﷺ کے ساتھ کیا گیا۔(۲۹)

اس کے بعد مغربی مصنفین کی رسول اللہ ﷺ پر تنقید اور خاکوں کو بطور مثال بیان کیا ہے، نیز اس دور کا بھی تذکرہ کیا ہے، جس میں مغرب کے اس رویہ میں کچھ نرمی آئی اور بعض مغربی اہل علم نے اپنی تحریروں میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ انصاف پسندی کا مظاہر کیا۔

اس کے بعد نشی کانتا جی کہتے ہیں:

خاموشی کے ساتھ سالوں کے ان تمام مطالعات اور تحقیقات کے بعد، اب میں نبی ﷺ کا بحیثیت ایک انسان، ایک نبی، ایک سیاست داں، ایک قانون ساز، اپنے ملک اور

پوری دنیا پر ان کے اثرات، اور یونیورسل ہسٹری کے ہیرو کے طور پر ان کے مقام ومرتبہ پر ایک مختصر خاکہ پیش کرتا ہوں۔(۳۰)

زمانہ جاہلیت کی مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی بدترین صورت حال پر روشنی ڈالی ہے، نیز کہتے ہیں:

پیغمبر اسلام نے ہی عرب کو ایک خدا، ایک مذہب تصور دیا، ان سب کو ایک قوم میں ضم کیا، ان سب کی ایک برادری تشکیل دی، اس نے ہی درحقیقت انہیں نہ صرف مزاحمت؛ بلکہ اپنے قدیم دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے لیے کافی طاقتور بنایا۔(۳۱)

بعدازاں مصنف نے عرب کی جغرافیائی، ماحولیاتی اور موسمیاتی خصوصیات اور رسول اللہ ﷺ کی انقلابی تحریک کے لیے ان میں موجود عناصر پر کلام کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کی انقلابی تحریک کو برپا کرنے کیے لیے عرب کی مکمل فضا سازگار اور زمین ہموار تھی؛ چنانچہ محمد ﷺ آسمان سے اللہ کا دین لے کر آئے اور اس نے ایک چنگاری کی طرح عالم عرب کے آتشگیر مادہ میں آگ لگادی اور یہی عرب معزز اور عظیم عالمی ہیرو بن گئے۔(۳۲)

پھر رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے اہم پہلو کو بیان کیا ہے، جیسے ولادت باسعادت، خاندان، صادق وامین، سفر شام، غار حرا کی تنہائی، پہلی وحی، حضرت خدیجہ کی تسلی، وحی کا لگاتار نزول، دعوت کا آغاز اور اولین مسلمان، قریش کی طرف سے اذیتیں، حضرت عمر اور حمزہ کا اسلام، ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال، حج کے موسم میں مدینہ سے آنے والے لوگوں میں دعوت، ہجرت مدینہ کی تفصیل، شاہان عالم کے نام دعوتی خطوط، غزوات کا تذکرہ، حجۃ الوداع اور اس موقع پر جامع خطاب، مرض الوفات رحلت اور اس موقع پر صحابہ کی کیفیت ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی اور آپ کی ازواج مطہرات کے حوالے سے مغربی اور دیگر متعصب مولفین کی ہفوات کا بھی پروفیسر موصوف نے بہترین جواب دیا ہے، وہ کہتے ہیں:

مندرجہ بالا تمام حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے، میں یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ یورپ کے عیسائی مصنفین نے پیغمبر اسلام پر ان کے ازدواجی تعلق کی بنیاد پر فرد جرم عائد کرنے میں بہت جلد بازی اور نا انصافی کی ہے۔(۳۳)

آخر میں آپ ﷺ کے شمائل، اخلاق واوصاف، سراپا اور کردار کو خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

پروفیسر نشی کانتا نے اپنے لیکچر میں جگہ جگہ مغربی مفکرین کی تحریروں کے حوالے پیش کیے، ان کا تجزیہ بھی کیا اور تنقید بھی۔

دیگر کتابیں

(۷) محمد جی حیاتی، از لعل چند امر ڈنو جگتیانی / سندھی

لعل چند امر ڈنو جگتیانی حیدرآباد سندھ میں ۲۵/ جنوری ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوئے، اصلا پنجاب کے رہنے والے تھے، نقل مکانی کر کے سندھ پہنچے، جدید سندھی ادب کے نامور ادیب ہیں، ۱۸/ اپریل ۱۹۵۴ء کو انتقال ہوا، سندھی ہندوؤں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ لکھنے والے پہلے ادیب ہیں۔

لعل چند کی یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی، پھر ۲۰۰۴ء میں سندھی ساہت اکیڈمی حیدرآباد نے

شائع کیا، یہ کتاب دراصل سندھی زبان میں ہے، اس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے تمام اہم گوشوں کا اختصار کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے۔(۳۴)

(۸) میر محمد عربی، از امر لعل وسن مل ہنگو رانی

کھاہی نواب شاہ، ضلع نوشہرو فیروز، سندھ میں پیدا ہوئے، وکالت کے شعبہ سے متعلق تھے، امر لعل کو سندھی زبان میں حقیقت نگاری کا بانی تصور کیا جاتا ہے، ان کی سیرت پر یہ کتاب ۶۴ صفحات میں برہم پٹ لائین پرنٹنگ پریس کراچی سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی۔(۳۵)

(۹) اسلام جو پیغمبر، از جیٹھمل پرسرام گلجرانی

دین اسلام، برہموسماج، سناتن دھرم اور تصوف کا وسیع علم رکھنے والے جیٹھمل جی ۱۸۸۵ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے، تقابل ادیان ان کا پسندیدہ موضوع تھا، انہیں قرآن، وید، گیتا اور بائبل پر کمال کا درک حاصل تھا۔ ان کی یہ کتاب دراصل انگریزی میں لکھی ہوئی سیرت کی ایک کتاب کا ترجمہ ہے۔(۳۶)

(۱۰) حضرت محمد جی حیاتی جو بیان، از ہوت چند دے مل جگتیانی

یہ بھی ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے، کوڑومل سندھی ساہت منڈل حیدرآباد، سندھ سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔(۳۷)

(۱۱) سوانح عمری محمد ﷺ، از لالہ دلیا رام گولانی، ترجمہ ''لائف آف محمد'' از واشنگٹن ارونگ (۱۸۹۲ء)

(۱۲) حیات محمد، از گوونددایا جنڈھوک بیکانیری (طبع چمن لال ساہنی اینڈ برادرز لاہور، ۱۹۳۲ء)

(۱۳) پیغمبر اسلام، از پنڈت سندر لال، (سیلمی پریس، الہ آباد، ۱۹۳۳ء)

(۱۴) حضرت محمد اور اسلام، از بابو کنج لال ایم اے (جید پریس بلی ماران دہلی)

(۱۵) پیغمبر اسلام، از رگھوناتھ سہائے۔

(۱۶) حضرت محمد صاحب کی سوانح عمری، از پروفیسر لاجپت رائے۔

(۱۷) اسلام ایک خدائی نظام (ہندی) از راجند نارائن لال، اسلام آتنک وادیا آدرش، از سوامی لکشمی آچاریہ،

(۱۸) محمد دی پرافٹ آف اسلام، از بی کے نارائن۔

(۱۹) نراشنس وانتم رشی، از پنڈت وید پرکاش۔

(۲۰) محمد صاحب، از سیوا سنگھ۔

(۲۱) قرآن ناطق، از سرجیت سنگھ لامبا

(۲۲) دنیا کے نومذہبی ریفارمر، از شام لال ستیارتھی۔

(۲۳) پیام محبت، از رام سروپ کوشل۔

(۲۴) ہمارے مربی، از پروفیسر پریتم سنگھ۔

(۲۵) چار مینار، از گوبند رام سیٹھی۔

(۲۶) دی پرافٹز آف دی ایسٹ، از دیوان چند شرما۔

(۲۷) این انسائٹ ان ٹو ورلڈر یلیجنز، از کے وی سنگھ۔

(۲۸) اسلام میکر آف دی مسلم مائنڈ، از رامیش راؤ۔

(۲۹) محمد کا جیون چرتر، از مسٹر شانتا رام۔

(۳۰) Prophet Mohammad and his Companions، از ڈاکٹر این کے سنگھ ڈائریکٹر انٹرنیشنل سینٹر فار ریلیجس اسٹڈیز نئی دہلی۔

(۳۱) پیغمبر رو پیغام (مارواڑی)، از راجیو شرما کولسیا۔

(۳۲) محمد - اے اسٹوری آف دی لاسٹ پروفیٹ، از دیپک چوپڑا۔

حواشی و حوالہ جات

(۳۰) کے، ایس، راما کرشنا راؤ، دی پرافیٹ آف اسلام، ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ، ریاض (۱۹۸۹ء) صفحہ ۵، ۶، ۷۔

(۳۱) حوالہ بالا، صفحہ ۷۔

(۳۲) دیکھیں: حوالہ بالا، صفحہ ۸۔

(۳۳) ڈاکٹر نشی کانتا چٹوپادھیائے، محمد دی پرافیٹ آف اسلام، دی ولا اکیڈمی سلطان پورہ، حیدرآباد، ۲۴، صفحہ ۱-۲۔

(۳۴) (Muhammad The Prophet Of Islam, p5)

(۳۵) (Muhammad The Prophet Of Islam, p9)

(۳۶) حوالہ بالا، ص ۱۲، ۱۳۔

(۳۷) دیکھیں: حوالہ بالا، صفحہ ۳۰ تا ۳۲۔

(۳۸) مدثر نواز مغل، مقالہ ''سندھی ہندو سیرت نگار'' مجلہ ششماہی التفسیر کراچی، جلد ۱۳، شمارہ ۳۴، جولائی - دسمبر ۲۰۱۹ء، صفحہ ۲۷۴-۲۷۸۔

(۳۹) حوالہ بالا، صفحہ ۲۷۸-۲۷۹۔

(۴۰) حوالہ بالا، صفحہ ۲۷۹-۲۸۰۔

(۴۱) حوالہ بالا، صفحہ ۲۸۱۔

☆☆☆

ڈاکٹر شاداب ذکی بدایونی

رب کے حضور

تو نے اُگائے پہلے شجر اے مرے خدا
پھر بخشے اُن کو برگ و ثمر اے مرے خدا

تو بخشتا نہ شمس و قمر اے مرے خدا
پھر کیسے ہوتے شام سحر اے مرے خدا

مخلوق ہو کوئی بھی غرض اِس سے کچھ نہیں
رکھتا تو ہی ہے سب کی خبر اے مرے خدا

یہ سوچنا بھی کفر ہے مومن کے واسطے
آگے ترے جھکائے نہ سر اے مرے خدا

مکّے سے وہ مدینے کی پرواز بس بھرے
لگ جائیں میری فکر کو پَر اے مرے خدا

اک پل بھی تیری یاد سے غافل رہوں نہ میں
جب تک ہے زندگی کا سفر اے مرے خدا

محبوب کا ہے تیرے کرم ہم پہ بالیقیں
دکھلائی تیری راہ گزر اے مرے خدا

شاداب کی دعا مرے معبود کر قبول
اُس کی دعاؤں میں ہو اثر اے مرے خدا

فاروق طاھر۔حیدرآباد

جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

فریڈرک نطشے نے کہا تھا ’’اس شخص سے زیادہ بھلا کون احساس کمتری میں مبتلا ہوگا جو ہر وقت مساوات و برابری کا تقاضا کرتا رہتا ہے۔‘‘

ملک کو آزاد ہوئے 77 سال ہو چکے ہیں اور دستور کو اپنائے 75 سال۔حزب اختلاف ہو یا اصحاب اقتدار کسی نے مظلوم و بے کسوں کی دہائیوں پر توجہ نہیں دی۔ پہلے تو بات زبان و تہذیب،لباس غذا تک محدود تھی اب عقائد و عبادات پر شب خون مارنے کے منصوبے ہیں۔

چھٹائی کا وقت شروع ہو چکا ہے۔بیمار نفاق زدہ ذہن و قلب مرعوبیت کا شکار ہو چلے ہیں۔ملت کی ہی نہیں انسانت کی فلاح بھی نظریہ توحید رسالت وآخرت میں مضمر ہے۔

جس دستور کے احترام کی بات ہم کر رہے ہیں کیا اس کا التزام حزب اختلاف ہو یا اصحاب اقتدار دونوں پر لازم نہیں آتا۔کیا دستور صرف دبے کچلے پسماندہ اور مجروح طبقات کو تسلی دینے کے لیے ہی بنایا گیا ہے یا پھر ان کی آرزوؤں اور خوابوں کی تکمیل کا یہ ایک کارگر وسیلہ ہے۔ایک لمبی مدت ہوئی جمہوریت،غیر جانبداری مساوات کے دل خوش کن دفعات دستور کے صفحات میں منہ بسورے پڑے ہیں۔

باہر کی لیڈر شب پر بھروسہ خاموش خودکشی سے کم نہیں ہے۔نہ صرف اپنے حقوق کیلیے متحد ہونا ضروری ہے بلکہ وطن عزیز میں جو مظلوم طبقات ہیں ان کی مسیحائی کے فرائض بھی ہمیں انجام دینے ہوں گے۔ایک فالوور کے بجائے ایک لیڈر کا رول انجام دینا ہے۔خود فریبی کے جال سے باہر نکل کر حقائق کا سامنا کرنا بے حد ضروری ہے۔جذباتی نعرے اور تقریریں اب کام میں آنے والی نہیں ہیں۔میدان عمل میں کمر کس کر اترنے کا وقت ہے۔

ایثار و قربانی کے بغیر کوئی بھی قوم اپنے پیروں پر نہیں کھڑی ہوسکتی ہے۔اپنے اندر اور اپنی نسلوں کے اندر قربانی اور ایثار کا جذبہ پیدا کیجیے۔مصلحت و مفاہمت وقتی طور پر بھلی معلوم ہوتی ہے لیکن جب شکست خوردہ لوگوں کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ ہو تو یہ مصلحت و مفاہمت ہزیمت ذلت اور رسوائی کہلاتی ہے۔اغیار کے دروں پر جبّہہ سائی سے گریز بے حد ضروری ہے۔ملی حمیت کا پاس رکھنا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔روٹی نوکری شادی اور آرام پسندی ایک محدود وقت تک تو ہمیں محفوظ و مامون رکھے گی لیکن بعد میں یہ ذلت و رسوائی کی کھائی میں ڈھکیل کر ہی چین لے گی۔

حد درجہ احتیاط بھی خطرے کا الارم ہوتا ہے۔

امن و امان کو بگاڑے بغیر مجروح انسانیت کا مداوا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ملت اسلامیہ کو دنیا میں عدل قائم کرنے اور نا انصافیوں کو مٹانے کے لیے برپا کیا گیا ہے اپنے فرض منصبی سے روگردانی کی سزا ہم نے دیکھ لی۔اپنے رب کے حضور زبانی معافی کے ساتھ عملی طور پر اپنی کوتاہیوں کو دور کریں۔یہ معذرت ان شاء اللہ رب العالمین منظور بھی کرے گا اور اس ذلت کے دلدل سے ہمیں باہر بھی نکالے گا۔

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

سید عظمت اللہ بیابانی۔وجے نگر کالونی،حیدرآباد

حُبّ زبان

رات کے خیال سے تصور میں اندھیرا اُبھرآتا ہے، جب سورج کا تذکرہ ہوتا ہے تو اجالے کا تصور اُبھرآتا ہے، یہ ایک فطری بات ہے، کچھ پھول ایسے ہوتے ہیں جو خوشبو بکھیرنے کے لئے تڑپتے ہیں،ایسے بہت سے درخت ہیں جو سایہ دینے کے لئے منتظر رہتے ہیں۔اسی طرح جب کسی اردو دان کا ذکر چلے، تب اردو کی خدمت کا تصور سامنے آجاتا ہے۔خدمت کسی بھی طرح سے کی جاسکتی ہے،لیکن کسی بھی طرح کی متضادحرکتوں سے اس کی خدمت گویا کہ تخریبی حیثیت کی ہوجاتی ہے۔اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ حضرات جو اپنی جوانی کو پیچھے چھوڑے چالیس پچاس سال کا عرصہ ہوا ہو،ایسے حضرات ہی اردو کی چاشنی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ان حضرات کے ہاتھوں میں اردواخبار یا رسالے دیکھے جاسکتے ہیں۔

الیکٹرانک زمانہ جوآیا،اس سے اردو کی بڑھتی ہوئی عمر کواور بڑھاپا ملتا گیا،جس طرف دیکھو الیکٹرانک میڈیا میں کم سے کم اردو نظر آرہی ہے۔یہ سن کر تعجب نہیں ہوگا کہ بہت ہی مقبول ذریعۂ تفریح جو سنیما کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اس کی زبان حالانکہ اردو ہوتی ہے،لیکن بتلایا جاتا ہے ’’ہندی‘‘۔ احقر کو سیروسیاحت سے کافی دلچسپی ہے،مختلف مقامات کے دوروں میں الگ الگ صوبوں میں ان کے اپنی مادری زبان چلتی ہے۔شمالی ہندوستان کے اکثر مقامات جہاں اردو کا چلن زیادہ ہے، وہاں کے اخبار اور رسالے ہندی میں تبدیل ہوگئے ہیں۔کئی حضرات جو شمالی ہند سے جنوب کی طرف کا رخ کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں ہندی کے اخبار اور رسالے ملتے ہیں۔حدتو یہ کہ مذہبی کتابیں بھی ہندی میں لائی جاتی ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے 1967ء میں جب میں نظام آباد میں ایک غیر مسلم بھائی کے مکان میں کرایہ سے رہا کرتا تھا، مالک مکان اردو میں خطوط لکھا کرتے تھے۔ان کی تحریر بہت ہی پیاری ہوا کرتی تھی۔ جب کبھی میں حیدرآباد آتا، اردو کی خدمت کے جذبے سے کبھی اردو قومی کونسل کے دفتر جاتا جو اُن دنوں نامپلی اسٹیشن روڈ پہ دوسری منزل پہ تھا، وہاں کے ذمہ داران قومی کونسل انگریزی میں لکھا پڑھی کرتے تھے جو اُن دنوں شمالی ہند کے تھے۔میں نے اُن سے استفسار کیا کہ اردو کی روٹی کھاتے ہو اور انگریزی میں لکھا پڑھی کرتے ہو۔کچھ عرصہ بعد احقر کو ضلع کھمم میں رہنے کا موقع ملا۔وہاں کے اردو اکیڈمی کے تحت کی لائبریری کافی دنوں سے مقفل پڑی تھی۔ بہت کھوج کرنے کے بعد پتہ چلا کہ لائبریرین صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے اور اس ضمن میں ایک سیکل ریپیر صاحب اس کی دیکھ بھال کررہے ہیں۔ان دنوں اردو اکیڈمی کا دفتر شانتی نگر میں تھا۔ جناب صدر سے ملاقات کرکے کھمّم کی لائبریری کا ذکر کیا گیا،اس ضمن میں بہت ساری کتابوں کی لسٹ بنا کر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا اور وہاں کے لائبریرین کا انتظام ہو اور ساتھ ساتھ کتابوں کی فراہمی کی جائے۔ایوانِ اردو ادارۂ ادبیات اردو، پنجہ گٹہ کا ان دنوں اخبار میں اشتہار دیکھا گیا، اشتہار میں یہ نشاندہی کی گئی تھی کہ وہ پرانی نایاب کتابیں جو خستہ حالت میں تھیں، اُسے اپنانے کی خواہش کی گئی۔اسی سلسلہ میں جناب صدر سے ملاقات ہوئی اور کافی کتابیں اپنانے کا موقع ملا۔اس ضمن میں یہ کہا گیا کہ وہ جو اپنائے ہوئے کتابوں کو اپنا کوئی پسندیدہ فقرہ لکھوائیں، ہم نے ان تمام کتابوں کو جو ہم نے اپنائے۔اس میں لکھوایا ’’اردو میری

ماں‘‘ رقم کی وصولی کے بعد ادارہ نے فوری رسید نہیں بنائی۔ کافی وقت کے بعد جب بہت ہی دقت سے اس کی رسید ملی۔ کچھ عرصہ بعد جب اردو ادب کا دفتر حج ہاؤز منتقل ہوا، ہم کچھ احباب کو لئے دفتر پہنچے تا کہ کچھ رسالے لے سکیں، اُس وقت جو ذمہ دار حضرات تھے، انہوں نے رقم کے لینے میں بہت تامّل کیا۔ اس لئے کہ رسید بنانے والے لنشی چھٹی پر ہیں۔ ایک اور دفتر جو حکومت کے زیر چلتا ہے، وہاں ممبر بنانے کے لئے ایسی ہی کوشش کی گئی، ذمہ دارانِ اردو سیکشن یہ کہتے ہوئے ٹال مٹول کیا کہ رقم اکاؤنٹس سیکشن میں بھرنی چاہیے۔ دہلی سے ایک اردو پرچہ کی خریداری کے لئے ہم نے زیر سالانہ منی آرڈر کیا۔ پتہ بالکل صاف صاف لکھا جیسا کہ انہوں نے پرچے میں بتایا تھا۔ چند دن بعد منی آرڈر واپس آ گیا۔ اسی طرح تارنا کہ، حیدرآباد سے نکلنے والے پرچے کا منی آرڈر بھی واپس آ گیا۔

اس روداد کا مطلب صرف یہ ہے کہ غیروں سے بھی اردو کے سلسلے میں بیر ہے اور اپنوں سے بھی اردو کو کم سے کم الفت ہو رہی ہے۔ مولانا آزاد اردو یونیورسٹی جب ابتداء میں حیدرآباد کے گچی باؤلی علاقہ میں شروع ہوئی تب ہم نے دیکھا کہ ذمہ داروں کے نام وغیرہ کی تختیاں کہیں بھی اردو میں نظر نہیں آئیں۔ ایک ذمہ دار سے جب ہم نے یہ سوال کیا کہ آیا باہر کے ممالک میں بھی کوئی اس کی شاخ کھلنے والی ہے تو جواب دیا گیا، سعودی میں کھولنے کی کوشش ہونے والی ہے۔ ہمارے یہاں ’’باہر‘‘ کا مطلب صرف سعودی ہے۔

جیسا کہ احقر نے سیر و سیاحت کے شوق کا اظہار کیا، اسی سلسلے میں یوایس (US) جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ وہاں کی کچھ لائبریروں سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ مجھے تعجب اس بات پہ ہوا کہ لائبریرین اردو کتابوں کا سیکشن بتلا نہیں سکا۔ چونکہ اس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ اردو نامی ایک زبان ہے۔ ایشیائی زبانوں کے سیکشن کی طرف اس نے اشارہ کیا۔ اس ایشیائی زبانوں کے سیکشن میں اردو کے علاوہ چائنیز، ملائی، بنگلہ وغیرہ کتابوں کا پتہ چلا۔ بہت ساری کتابیں ہم نے اور ہمارے ساتھیوں نے اردو کی لیں۔ ہمارے قیام کے دوران بہت ساری اردو کتابیں ہفتہ ہفتہ میں پڑھی اور واپس کر دی گئیں۔ ہم اور ہمارے اس وقت کے ساتھیوں کو تعجب ہوا جب لائبریرین نے ہماری پسند کی کچھ کتابوں کو انتخاب کرنے کے لئے کہا جو ہمیں وہ انعام میں دینا چاہتے تھے۔ وہاں کلیہ یہ تھا کہ ہفتے میں اتنی کتابوں سے زیادہ پڑھنے پر پڑھنے والے کی پسند کے لحاظ سے ایک کتاب انعام میں مقرر تھی۔ ہم آئے دن اخباروں میں یہ پڑھتے ہیں کہ یوایس (US) کے فلاں شہر میں اردو میں مشاعرہ منعقد ہوا یا اردو کے خدمت گاروں نے ایک میٹنگ رکھی۔ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ یہ حضرات جو اردو کی خدمت کے بلند و بالا نعرے لگاتے ہیں، کبھی انہوں نے ان سرکاری و غیر سرکاری لائبریریوں میں حاضری دی یا وہاں کی کتابوں کا مطالعہ کیا؟ اب کی ہم نے بہت ساری کتابوں کی فہرست دی۔ فہرست دیتے ہوئے یہ استدعا کی کہ یہ اردو کتابیں بھی لائبریری میں مہیا کی جائیں۔ اب اردو کتابیں بھی الیکٹرانک میڈیا پر آن لائن مہیا کی جا رہی ہیں۔

ہم نے وہاں اردو زبان کے پھیلانے میں کسی بھی موقعہ کو ضائع نہیں کیا۔ یوایس (US) کی اکثر مسجدوں میں لگے ہوئے مدرسوں میں عربی پڑھائی جاتی ہے اور سالانہ ایک قسم کا میلا لگتا ہے۔ ایسے ایک میلہ میں احقر اور احقر کی شریکِ حیات کی اردو میں لکھی کتابوں کی تقسیم کی۔ اس کے علاوہ اور دوسرے موقعوں پر اردو کے حروف تہجی سے بنے ہوئے چارٹ جو مذہبیت کو سمیٹے ہوئے الفاظ نمایاں ہوتے ہیں، اُن کو بھی پیش کیا۔ ہمارے ملک کے اردو خدمت گزاروں سے بڑھ کر ہمارے پڑوسی ملک اردو زبان کے پھیلانے میں کافی آگے ہیں۔

ہم نے اپنے بچوں سے یہ خواہش ظاہر کی کہ الیکٹرانک میڈیا سے بات ہوتی ہی رہتی ہے، لیکن ہر ماہ اردو میں کم از کم ایک خط ضرور لکھا کریں۔ ہم نے کبھی بھی رومن انگلش کی طرف توجہ نہیں دی اور دینا بھی نہیں چاہیے۔

ابن مریم۔ جمال پورہ مئوناتھ بھنجن (یوپی)

اردو میں خواتین کی خاکہ نگاری ایک جائزہ (۱)

انسانی شخصیت کو میزان پر تولنے کے فن کو اگر خاکہ نگاری کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ اس کے ذریعہ شخصیت کے تقریباً ہر ایک پہلو کا مطالعہ کیا جاتا ہے مختلف زاویوں سے مطالعہ کرنے کا فن ہوتا ہے۔ ظاہری کیفیات کا اندازہ تو بخوبی لگایا جا سکتا ہے لیکن باطن میں چھپے ہوئے شخص کا مطالعہ دیرپا اور نامکمل بھی ہوسکتا ہے۔ باطنی خصوصیات کا جائزہ اس شخص کے فکری اور فنی خیالات و احساسات اس کی سوچ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان تمام پیمانوں کو اکٹھا کر کے محققین اور ناقدین نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار شخصیت کے خصوصی دائرے میں کیا ہے۔

اردو کی غیر افسانوی نثری صنف میں خاکہ نگاری کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ دیگر نثری اصناف کی طرح اس نے بھی بہت کم عرصے میں اپنی جڑوں کو مضبوط کیا ہے اور دل کشی کے مختلف نمونے پیش کیے ہیں۔ سوانح کی طرح خاکے میں شخصیت کی تخصیص نہیں ہوتی۔ سوانح میں عموماً قابل ذکر شخصیتوں کو ہی موضوع قلم بنایا جاتا ہے۔ سوانح نگار کی زندگی کے نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ کو تفصیلی و اجمالی طور پر ضبط تحریر میں لایا جاتا ہے جب کہ خاکہ نگاری کو کسی بھی معمولی یا غیر معمولی انسان کی زندگی میں کوئی ایسی خوبی یا اچھائی نظر آ جائے، جو اسے لکھنے کے لیے مجبور کر دے تو خاکہ نگار اسے صفحہ قرطاس پر اتار دیتا ہے۔ خاکے میں افسانہ و غزل کی طرح اشارے و کنائے سے کام لیا جاتا ہے۔

غیر افسانوی نثر کی ایک اہم اور مستقل صنف خاکا ہے اس میں خاکا نگار کسی بھی شخصیت کی خوبیوں کو اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر بیان کرتا ہے۔ بیشتر لغات میں خاکہ کے معنی 'خدوخال کی نقل جو اصل سے مشابہ یعنی تصویر کا ڈھانچہ یا چربہ' بیان کئے گئے ہیں۔ خاکہ کے لئے انگریزی میں sketch کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ادبی اصطلاح میں خاکہ کسی شخصیت کی قلمی تصویر کو کہتے ہیں۔ اس قلمی تصویر میں خاکہ نگار طنز و ظرافت کے پیرائے میں زیر قلم شخصیت کی اچھائیوں اور برائیوں کا اظہار کرتا ہے۔ یہ اظہار خاکہ نگار اس انداز سے کرتا ہے کہ یہ محسوس نہ ہو کہ یہ محض تعریفی تحریر ہے یا تضحیکی۔ دراصل خاکا نگار اسی شخصیت کا خاکا قلمبند کرتا ہے جسے بہت قریب سے جانتا ہے۔ جس کی ہر نقل و حرکت کا اسے علم ہوتا ہے۔ کیونکہ کاغذ پر الفاظ کے ذریعہ اتاری گئی بولتی تصویر ہی کو خاکہ کہتے ہیں۔ عام طور پر خاکہ نگار خاکہ نگار ابتدا میں شخصیت کا حلیہ بیان کرتے ہیں۔ پھر مختلف واقعات کو جوڑ جوڑ کر شخصیت کے محاسن و مصائب بیان کرتے ہیں۔ اس طرح اس شخص کی چلتی پھرتی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ خاکہ میں خاکہ نگار کا اسلوب نگارش یا انداز بیان ہی اہم ہوتا ہے۔ کسی شخص کی صورت و سیرت کو الفاظ کا ایسا پیکر عطا کرنا کہ آنکھوں کے سامنے ہو بہو اس کی تصویر ابھر آئے خاکہ نگاری کی کامیابی ہے۔

خاکا نثری ادب کی ایک دلکش صنف ہے۔ ایجاد اختصار اس کی بنیادی شرط ہے۔ خاکے میں کسی شخصیت کے نقوش اس طرح ابھارے جاتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اور خامیاں اجاگر ہو جاتی ہیں اور جیتی جاگتی تصویر قاری کے پیش نظر ہو جاتی ہے۔ اردو میں باقاعدہ خاکہ نگاری کی ابتدا مرزا فرحت اللہ بیگ کے 'نذیر

احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی‘ سے ہوتی ہے۔اس کے علاوہ جن ادیبوں نے بھی خاکے لکھے اُن میں آغا حیدر حسن، مولوی عبدالحق، خواجہ محمد شفیع، سید عابد حسین، سعادت حسن منٹو، شوکت تھانوی، عبد الرزاق کانپوری، رشید احمد صدیقی، فکر تونسوی، اشرف صبوحی، رئیس احمد جعفری، شاہد احمد دہلوی، اخلاق احمد دہلوی، یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین وغیرہ شامل ہیں۔اس کے علاوہ چند خواتین خاکا نگاریں ہیں اس میں عصمت چغتائی، صالحہ عابد حسین، رضیہ سجاد ظہیر اور قرۃ العین حیدر وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ خاکہ نگاری کی روایت میں یہ چار خواتین یعنی عصمت چغتائی، صالحہ عابد حسین، رضیہ سجاد ظہیر، قرۃ العین حیدر اپنے اپنے فنی کمالات دکھائے ہیں۔وہ لوگ اپنے عہد کے معروف شخصیات کے خاکے لکھے وہ سب قابلِ ذکر ہیں۔اس کے علاوہ چند خواتین خاکا نگاریں ہیں۔ان لوگوں کی ادبی خدمات بالخصوصاً خاکا نگاری اس مقالہ میں بحث کیے ہیں۔

کیونکہ اختصار اس کی بنیادی شرط ہے۔ خاکے میں کسی شخصیت کے نقوش اس طرح ابھارے جاتے ہیں کہ اس کی خوبیاں و خامیاں اجاگر ہو جاتی ہیں اور ایک جیتی جاگتی تصویر قاری کے ذہن میں دوڑنے لگتی ہے۔خاکے کی دلکشی کا راز یہ ہے کہ جس کا خاکہ لکھا جائے اس کی کمزوریاں قاری کے دل میں نفرت کے بجائے ہمدردی ومحبت پیدا کر دیں اور خاکہ پڑھ کر وہ بے ساختہ کہے کہ کاش اس شخص میں یہ کمزوریاں بھی نہ ہوتیں۔ ڈاکٹر عبدالحق نے ’’نام دیو مالی‘‘ اور رشید احمد صدیقی نے ’’کندن‘‘ پر خاکہ لکھ کر یہ واضح کر دیا ہے کہ خاکے کا موضوع عظیم شخصیتیں ہی نہیں معمولی انسان بھی ہو سکتے ہیں۔ اچھا برا، چھوٹا بڑا، امیر غریب، خوب صورت، بدصورت ہر طرح کا انسان خاکے کا موضوع بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ خاکہ نگار نے ہر رنگ وروپ میں اس کا گہرائی سے مشاہدہ کیا ہو۔اس سے بڑھ کر یہ کہ خاکہ نگار امیجری، پیکر تراشی اور مردہ جسم میں روح ڈالنے کے فن سے واقف ہو۔عموماً خاکہ نگاروں نے ایسی شخصیتوں پر لکھا ہے، جنہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

خاکہ کو شخصی مرقع یا شخصیہ بھی کہتے ہیں اور خاکہ نویسی کو شخصیت نگاری کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ایک اچھے خاکے میں ہم کسی شخص کے بنیادی مزاج، اس کی افتادِ طبع، اندازِ فکر وعمل اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے روشناس ہوتے ہیں۔ خاکہ نگاری کسی شخصیت کا معروضی مطالعہ ہے، جس کے لیے خاکہ نگار کی قوت مشاہدہ، فہم وادراک اور غیر جانبداری کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اور پُر اثر اندازِ بیان کا حامل ہونا ضروری ہے۔خاکہ کسی فرد یا شخص کی مکمل زندگی کا عکاس نہیں ہوتا بلکہ اس کی نمایاں خصوصیات کا اظہار لیے ہوتا ہے۔ خاکہ نگار عموماً شخصیت کی زندگی کے ان گوشوں کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے، جو نظر سے اوجھل رہتے ہیں اور بسا اوقات کئی شخصیت انھیں خود بھی چھپا کر رکھتی ہیں لیکن ایک اچھے خاکے کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ شخصیت کے محاسن و معائب کو ناقدانہ رویے کے بجائے ہمدردانہ رویے کے طفیل ہر طرح سے سامنے لے آئے، کیوں کہ خاکہ میں بنائی جانے والی تصویر کی اصل شخصیت سے مطابقت ضروری ہوتی ہے، اگر تصویر اصل شخصیت سے ذرا سی بھی مختلف ہوگی تو خاکہ ناقص قرار پائے گا۔ خاکہ صرف اس شخصیت کا لکھا جا سکتا ہے، جس کی شخصیت سے خاکہ نگار کو کسی طرح کی دلچسپی ہو۔خاکہ کسی پر بھی لکھا جا سکتا ہے۔ بادشاہ ہو یا فقیر، امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا آمر، استاد ہو یا شاگرد، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، پروفیسر ہو یا چپراسی، ولی ہو یا ظالم وغیرہ۔

اردو میں باقاعدہ خاکہ نگاری کی ابتدا مرزا فرحت اللہ بیگ کے ’نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی‘ سے ہوتی ہے۔اس کے علاوہ جن ادیبوں نے بھی خاکے لکھے اُن میں آغا حیدر حسن، مولوی عبدالحق، خواجہ محمد شفیع، سید عابد حسین، سعادت

حسن منٹو، شوکت تھانوی، عبدالرزاق کانپوری، رشید احمد صدیقی، فکر تونسوی، اشرف صبوحی، رئیس احمد جعفری، شاہد احمد دہلوی، اخلاق احمد دہلوی، یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین وغیرہ شامل ہیں۔

یہاں یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ جہاں ایک طرف اردو خاکہ نگاری کی تاریخ میں مردوں کی ایک لمبی فہرست ہے، وہیں اس صنف خاکہ کو چند خواتین خاکہ نگار کو ایک نئی سمت اور رفتار، وقار و بلندی سے روشناس کرانے اور پرچم لہرانے کا کام کیا ہے۔ ان میں قرۃ العین حیدر، عصمت چغتائی، صغرا مہدی، جیلانی بانو، بیگم انیس قدوائی، صالحہ عابد حسین، عفت آراء، پروفیسر شمیم نکہت، ادا جعفری وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ عصمت چغتائی نے اپنے بھائی عظیم بیگ چغتائی کا خاکہ 'دوزخی' کے نام سے لکھا اور اس کی ادبی و علمی اہمیت و عظمت آج بھی دیر اور دور تک محسوس کی جاتی ہے۔

قرۃ العین حیدر نے چند ہی خاکے لکھے مگر ان کے خاکوں میں ان کی عالمانہ و دانشورانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ ملتا ہے۔ صالحہ عابد حسین نے کئی شاہکار اور دلچسپ خاکے لکھے۔ جو آج بھی ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ ہند و پاک کی کئی نامور خواتین نے نہایت ہی خوبصورت اور دلکش خاکے لکھے ہیں۔ میں یہاں بطور خاص ایک ایسی خاتون خاکہ نگار کا تذکرہ کرنا ضروری تصور کرتی ہوں جن کا نام عفت آرا ہے۔ آپ عالمی شہرت یافتہ اردو و انگریزی کے ادیب و ناقد پروفیسر اسلوب احمد انصاری کی صاحبزادی ہیں اور آپ کا تعلق بھی شعبہ انگریزی سے رہا ہے اور اب سبکدوش ہو چکی ہیں۔

عصمت چغتائی اردو کی صف اوّل کی افسانہ نگار اور خاکہ نگار ہیں۔ وہ بدایوں میں ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئیں۔ عصمت کی انتقال کا انتقال بمبئی میں ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو ہوا۔ عصمت کی عرف چنّی بیگم تھی۔ ان کا والد کا نام مرزا قسیم بیگ تھا اور والدہ کا نام نصرت خانم تھی۔ عصمت کے والدین کی بارہ اولاد ہوئی تھیں جن میں دو کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا عصمت دسویں اولاد تھیں۔ عصمت کے نانا مرزا امراؤ علی مشہور ناول نگار تھے۔ عصمت کے بڑے بھائی عظیم بیگ چغتائی مشہور طنز و مزاح نگار تھے۔ شریر بیوی، کولتار، خانم اور قرآن اور پردہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ عصمت نے دوزخی کے عنوان سے جو خاکہ لکھا ہے وہ اسی بھائی یعنی عظیم بیگ چغتائی کا خاکہ ہے۔ عصمت نے ابتدائی تعلیم آگرہ میں حاصل کی تھیں اور بچپن جودھ پور میں گزرا تھا۔ عصمت نے ہائی اسکول اور ایف اے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے عبداللہ گرلز کالج سے پاس کیا تھا۔ بی اے لکھنؤ سے اور بی ٹی علی گڑھ سے پاس کیا تھا۔ وہ اسلامیہ گرلس اسکول بریلی میں ہیڈ مسٹریس ۱۳۹۱ء میں ہوئی تھیں۔ انسپکٹر آف اسکولس کی حیثیت سے بمبئی ۱۹۴۲ء میں گئی تھی۔ عصمت کی شادی ۱۹۴۲ء کو شاہد لطیف سے ہوئی تھی جس سے دو بیٹیاں سیما اور منی پیدا ہوئی تھیں۔ عصمت کو روسی ناول اور افسانے سے گہری دلچسپی رہی تھی ان کا محبوب افسانہ نگار چیخوف تھا۔ ہندوستانی ادیبوں میں پریم چند، رشید جہاں اقبال اور ٹیگور سے بے حد متاثر تھیں۔

حوالہ جات

☆ اردو ادب میں خاکہ نگاری۔ ڈاکٹر صابرہ سعید۔ مکتبہ شعر و حکمت، حیدر آباد۔ ۱۹۷۸

☆ خاکہ نگاری (فن و تنقید)۔ ڈاکٹر بشیر سیفی۔ نزیرسنز پبلشرز ۲۰۱۳

☆ بیسویں صدی میں خواتین کا اردو ادب۔ ترنم ریاض۔ ساہتیہ اکادمی ۲۰۰۴

☆ آب حیات، محمد حسین آزاد، ص:۴

☆ نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی، مرزا فرحت اللہ بیگ، ص:۶

☆ دیباچہ گنجے فرشتے، سعادت حسن منٹو

☆☆☆

عظیم انصاری۔جگتدل،مغربی بنگال

جنگِ آزادی کا ایک عظیم مجاہد: مولوی سید علاؤالدین حیدر

مغلوں نے ہندوستان پر تقریباً تین سو سال تک حکومت کی۔اس کے بعد انگریزوں نے آہستہ آہستہ ہندوستان کو اپنے قبضے میں کرلیا اور یہاں کے باشندوں کو نہ صرف غلام بنایا بلکہ ظلم و جبر کی انتہا کردی۔ انھوں نے مغلوں کی طرح ہندوستان کو سنوارنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس سونے کی دھرتی کو لوٹ کھسوٹ کر برطانوی حکومت کی معیشت کو مضبوط کرنے کی غرض سے استحصال کی ایسی داستان رقم کی جس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی کہیں نہیں ملتی۔یہ غلامی بالخصوص مسلمانوں کو راس نہیں آئی اور انھوں نے برادرانِ وطن کو ساتھ لے کر جہدِ آزادی کی شروعات کردی اور اس مشترکہ جدو جہد سے انگریزوں کا زوال شروع ہوا۔جنگِ آزادی کے ان متوالوں نے 1857 میں ہی اپنے عزم کا بھرپور مظاہرہ کیا اور پھر مڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ حصولِ آزادی کے لیے وہ لگاتار کوششیں کرتے رہے۔ ہندوستان نے ایک طویل جدو جہد کے بعد آزادی حاصل کی اور اس کے لیے ہمارے اجداد نے بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ انھوں نے بادِمخالف میں تحریکِ آزادی کی شمعیں جلائیں اور قید و بند کی بیشمار صعوبتیں جھیلیں، یہاں تک کہ ہنستے ہنستے تختۂ دار پر بھی چڑھ گئے۔ ان جانبازوں کے پر عزم حوصلوں اور امنگوں کی باتیں سن کر خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔اور یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے۔ انگریزوں نے مظالم کے پہاڑ توڑے ڈالے۔ ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی اپنائی۔ فرقہ وارانہ ماحول پیدا کیا، منافرت پھیلائی، مطلب انھوں نے کچل ڈالنے کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا لیکن قربان جایئے ان بہادر اور جانباز مجاہدینِ آزادی کے متوالوں پر، جنھوں نے ہر حال میں انگریزوں اور ان کے ہم نواؤں کا جم کر مقابلہ کیا اور اپنی قربانیاں دیں جس کی وجہ سے ہمیں یہ آزادی نصیب ہوئی۔

معروف مؤرخ اشوک مہتہ کے مطابق 1857 کی بغاوت صرف ایک سپاہی بغاوت نہیں تھی بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی تھی۔یہ ایک طرح کا آتش فشاں تھا اور اس کے دھماکے سے کچھ دبی ہوئی۔ چنگاریوں کو بھی باہر آنے کا موقع نکل آیا۔ یہاں یہ بات واضح کردوں کہ انگریزوں نے اس جہدِ آزادی کو بغاوت کا نام دے رکھا تھا۔نوآبادیاتی مورخین اور بعد میں ان کے پیروکاروں کے ذریعہ 1857 کی جنگِ آزادی کو مقامی واقعہ کا رنگ دینے کی پرزور کوششیں کی گئیں اور انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ شمالی ہندوستان کے میدانی علاقوں سے باہر کے خطوں پر اس کا اثر بہت کم رہا جبکہ بات ایسی نہیں تھی بلکہ پورا ہندوستان آزادی کے جذبے سے سرشار انگریزوں سے برسرِ پیکار تھا۔ 1857 میں لکھنؤ، جھانسی، میرٹھ، کانپور (یوپی)، دلی، آرہ (بہار)، اور بارکپور (مغربی بنگال) میں جو بغاوت ہوئی اس سلسلے میں اکثر مورخین نہ جانے کیوں چپی سادھ لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شمالی ہندوستان سے باہر کے برادرانِ وطن نے کچھ کم ہمت نہیں دکھائیں۔اگر ہم بہ نظرِ غائر مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ پورے ملک میں بہادری کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں اور ہم ان کی شجاعت اور دلیری کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔حیدرآباد کے مولوی سید علاؤالدین حیدر کی انگریزوں کے خلاف بہادری کی لڑائی ایسی ہی ایک زبردست داستان ہے جسے بڑی حد تک

فراموش کردیا گیا ہے۔ یادگار کے طور پر کچھ اگر باقی بھی ہے تو ان کی قربانیوں کو دیکھ کر ہمیں کچھ کم ہی لگتا ہے اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی عظیم قربانی کے لیے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ سنٹر فار دکن اسٹڈیز کے سکریٹری سجاد شاہد کا کہنا ہے کہ طلباء کو ایسی اہم شخصیات سے متعارف کرانے کی اشد ضرورت ہے اور ساتھ ہی ان کی توجہ مبذول کرانے کے لیے آج تیزی سے بدلتی دنیا میں نئے طریقے اپنانے کے بارے میں بھی سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے۔

ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں مسلمانوں کا کردار اہم اور نمایاں رہا ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ رہی کہ انگریزوں نے مسلمانوں سے ہی اقتدار چھینا تھا۔ جنگِ آزادی کی ابتدا 1857 میں ہی ہوگئی تھی، اس بات سے زیادہ تر مورخ متفق ہیں۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ 1857 میں میرٹھ کی بغاوت کی خبر جب حیدرآباد پہنچی تو مسجدوں، مندروں، گرجا گھروں اور چوراہوں پر پوسٹر چسپاں نظر آئے جس میں نظام اور عوام سے یہ استدعا کی گئی تھی کہ وہ انگریزوں کے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں لیکن نظام افضل الدولہ نے اپنے امراء اور سرداروں کے ساتھ انگریزوں کا ساتھ دیا، ورنہ حیدرآباد کی تاریخِ جنگِ آزادی کے پس منظر میں کچھ اور ہی ہوتی۔ یہاں یہ بتاتا چلوں کہ نظام نے 1800 عیسوی میں ہی انگریزوں سے Subsidiary Alliance کرلی تھی۔ ریاست حیدرآباد کا آصف جاہ دوئم دوسری (1805-1803) اور تیسری مراٹھا جنگ (1819-1817) اور اینگلو میسور جنگ میں برطانیہ کا اتحادی تھا اور 1857 کی جنگِ آزادی کو کچلنے میں اس نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اس زمانے میں طرہ باز خان اور مولوی علاؤالدین جیسے عظیم مجاہدِ آزادی بھی تھے جو جان و مال کی پرواہ کئے بغیر انگریزوں سے بھڑ گئے۔

مولوی علاؤالدین کا پورا نام سید علاؤالدین حیدر تھا۔ ان کے والد کا نام حفیظ اللہ تھا۔ وہ 1824 میں ریاست حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک مبلغ دین اور مکہ مسجد، حیدرآباد کے امام تھے۔ ان کے علم و تقویٰ کا ریاست حیدرآباد میں کافی شہرہ تھا۔ وہ فارسی، اردو اور تیلگو زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں انھیں مولوی علاؤالدین کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ وہ غازی کی طرح جینا اور ابِ شہید کی طرح مرنا چاہتے تھے۔ 1857 کی جنگِ آزادی میں ان کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ 17 جولائی 1857 کو حیدرآباد کی برطانوی ریزیڈنسی پر حملے میں ان کا اہم کردار تھا۔ اپنے دوست طرہ باز خان اور دیگر مجاہدینِ آزادی کے ساتھ مل کر کیا گیا حملہ سالار جنگ کی دھوکہ دہی کے بدولت ناکام رہا۔ جس کے نتیجے میں برطانوی افواج نے انھیں گرفتار کرلیا اور عمر قید کی سزا سنائی۔ ریزیڈنسی پر ہوئے حملے کی خونی کہانی ان کے محبِّ وطن ہونے کا بین ثبوت ہے۔ یہ پہلے قیدی اور مجاہدِ آزادی ہیں جنھیں انڈمان ونکوبار جزائر میں کالے پانی کی سزا دی گئی۔ ان کی گرفتاری کی کہانی بھی دلچسپ ہے۔ ریزیڈینسی کے حملے میں پسپا ہونے کے بعد وہ بھاگ کر کنڈا پہنچے اور پھر وہاں سے منگلی پلی پہنچے، جہاں وہ ڈیڑھ سال تک پیر محمد نام کے ایک شخص کے مکان میں روپوش رہے لیکن ایک وبا کے دوران جب انھوں نے بیماری سے شفا پانے کے لیے تعویذ دیا تو ان کی پہچان وہاں ظاہر ہوگئی اور پھر نظام کے فوجیوں کو انھیں گرفتار کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ تقریباً 30 سال جیل میں رہنے کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ آیئے ان کے کردار کو اجاگر کرنے سے پہلے حیدرآباد کی تحریکِ آزادی کا پس منظر بھی دیکھ لیں۔

نظام کے سپاہیوں میں جو ہندوستانی سپاہی تھے، انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے سپاہیوں کے خلاف بغاوت کردی۔ ان باغیوں میں سب سے نمایاں نام جمعدار چیدا خان کا تھا۔ ہوا یوں کہ حیدرآباد کی 3rd Cavalry کو جب دلی کوچ کرنے کا حکم نامہ ملا تو ان لوگوں نے اسے انگریزوں کی ایک سازش سمجھا۔ چیدا خان، دوسرے 15 سپاہیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا اس امید کے ساتھ کہ اسے نظام کی سرپرستی حاصل ہوجائے گی۔ لیکن جیسے ہی وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حیدرآباد پہنچا , نظام کے وزیر

میر توراب علی خان نے اسے گرفتار کرلیا اور Resident کے حوالے کردیا۔ چیدا خان کے وفادار ساتھیوں میں جن کے نام تاریخ کے صفحات میں محفوظ رہ گئے ہیں، وہ ہیں شیو چرن، مادھو داس، انوپ سنگھ، کشن داس، لال خان اور قادر خان۔

مولوی علاؤالدین نے 17 جولائی 1857 کو جمعہ کی نماز میں مقتدیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ چیدا خان اور اس کے ساتھیوں کی رہائی کی حمایت میں آگے بڑھیں اور اپنی جان کی پرواہ نہ کریں اور یہ بھی اعلان کیا کہ وہ خود بھی شہادت کے لیے تیار ہیں۔ وزیر اعظم سالار جنگ نے ریزیڈینسی پر حملہ نہ کرنے کی تلقین کی لیکن مولوی علاؤالدین اپنے ہمنواؤں کے ساتھ بیگم بازار پہنچ گئے اور روہیلہ رہنما طرہ باز خان کے ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں لگ گئے۔ اس بابت مورخ ڈاکٹر ڈی۔ آر سبرامنیم ریڈی نے لکھا ہے کہ طرہ باز خان اور دوسرے باغیوں نے اپنے ہاتھوں میں پرچم لئے ہوئے کوٹی (Koti) میں تعمیر شدہ British Residency کو گھیر لیا اور پانچ ہزار روہیلوں، انگریز آمخالف طلباء اور عوام کو لے کر ریزیڈنسی پر حملہ کیا۔ اسی درمیان مولوی علاؤالدین بھی اپنے ہمنواؤں کے ہمراہ جنوب۔ مغرب کی طرف پتلی (Putli) سے نکلے اور طرہ باز خان کے ساتھ اس مہم میں شامل ہوگئے۔ واضح ہو کہ طرہ باز خان مولوی علاؤالدین کو اپنا روحانی پیشوا مانتا تھا۔

ریزیڈنسی کے مغربی دیوار کی طرف عین صاحب اور جے گوپال داس کے گھر تھے۔ ان لوگوں نے اس عظیم مہم کے لیے اپنے گھروں کو خالی کردئے اور شام ساڑھے چھ بجے مولوی علاؤالدین اور طرہ باز خان کے ہمنواؤں نے ریزیڈینسی کو چاروں طرف سے محصور کرلیا اور دیوار کو منہدم کرکے وہ ریزیڈینسی کے باغیچے کے دروازے سے اندر داخل ہوگئے لیکن وہاں MajorCuthbert Davidson پہلے سے ہی ان کا انتظار کررہا تھا کیونکہ نظام کے وزیر میر توراب علی خان نے اسے اس حملے کی خبر پہلے سے کررکھی تھی۔ طرہ باز خان اور مولوی علاؤالدین کے ساتھیوں کے پاس ہتھیار کم تھے اس کے باوجود انھوں نے جم کر مقابلہ کیا لیکن انگریزوں کے تربیت یافتہ سپاہیوں کے سامنے ان کا ٹکنا مشکل ہوگیا۔ ساری رات مقابلہ جاری رہا لیکن صبح کے چار بجے ان کو پسپا ہونا پڑا۔ اس حملے میں بہت سارے جانبازوں کو اپنی جانیں گنوانی پڑیں اور نتیجتاً یہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں یہ بتاتا چلوں کہ مولوی علاؤالدین پیچھے ہٹنے پر آمادہ نہیں تھے بلکہ جامِ شہادت نوش کرنا چاہتے تھے لیکن طرہ باز خان نے انھیں سمجھایا کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا دانشمندی نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ اس طرح موت کو گلے لگانے سے شاید کفن بھی نصیب نہ ہو۔ بہتر یہی ہوگا کہ فی الحال پسپائی اختیار کرلیں اور مناسب وقت پر پھر انگریزوں سے ان کے مظالم کا بدلہ لیں۔ 22 جولائی کو طرح باز خان کو گرفتار کرلیا گیا۔ حیدرآباد کی عدالت میں سماعت ہوئی اور آخرکار ان کو کالا پانی کی سزا سنادی گئی۔ کالا پانی بھیجے جانے سے قبل ہی وہ جیل سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عدالت میں سماعت کے دوران اس سازش میں مولوی علاؤالدین کے کردار کی بابت بار بار پوچھا گیا لیکن طرہ باز خان نے آخر آخر تک لاعلمی کا اظہار کیا اور ساری ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ 18 جنوری 1859 کو یہ جیل سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انگریزوں نے ان کی گرفتاری کے لیے پانچ ہزار روپے کا انعام رکھ دیا۔ آخرکار وہ پکڑے گئے اور ان کو 24 جنوری 1859 کو گولی ماردی گئی۔ مارنے کے بعد ان کی لاش کو دوسرے انقلابیوں کے لیے بطور عبرت ریزیڈنسی کے باہر لٹکا دیا گیا۔ طرہ باز خان اور مولوی علاؤالدین اپنی اس بہادری کے لیے آج بھی حیدرآباد کی تاریخ میں احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی داستانِ جدوجہد ملک آزاد کرانے کے پرجوش عزم اور حوصلے سے واقف کراتی ہے۔ وہ ایک باوقار مجاہدِ آزادی تھے جن کے کردار کی بلندی کے قائل خود انگریز بھی تھے۔

ریزیڈنسی کے حملے کے دوران ایک انگریز کی گولی نے مولوی علاؤالدین کے بازو کو نشانہ بنایا اور ان کا داہنا ہاتھ مفلوج

ہوگیا۔مزید برآں ان کے کاندھے اور پیشانی پر تلوار کے بھی زخم تھے۔ ریزیڈنسی حملے کی پاداش میں گرفتار ہوئے اور انھیں 28 جون 1859 کو Cellular Jail یعنی کالا پانی بھیج دیا گیا۔انھوں نے قید کے دوران لگاتار عرضی لگائی کہ انھیں خرابء صحت کی بناپر جیل سے رہائی دے دی جائے لیکن انگریز حکمرانوں نے ریاست حیدرآباد کے دباؤ میں ان کی ایک نہ سنی اور آخر کار یہ عظیم مجاہد 1889 میں ملک عدم کو روانہ ہوگیا۔مولوی سید مہدی نے 1883 میں اپنی کتاب Hyderabad Affairs (Volume.3) میں مولوی علاؤالدین کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت The Times of India Steam Press, Bombay سے ہوئی تھی۔ ایک اور دانشور جن کا نام فرانسیس زیویرس نیلم ہے، اپنی کتاب Life in Kalapaani میں جہاں دوسرے مجاہدین کا ذکر کیا ہے وہیں مولوی سید علاؤالدین حیدر کا بھی ذکرِ خاص کیا ہے۔ ڈاکٹر۔ ایل پنڈو رنگا ریڈی نے اپنی معرکتہ الآرہ کتاب The unwept and unsung heroes of Telengana میں مولوی علاؤالدین کا ذکر بڑے احترام کے ساتھ کیا ہے۔

حیدرآباد اسٹیٹ کمیٹی (1956) کے ذریعہ ترتیب دی گئی کتاب The freedom struggle in Hyderabad میں مولوی علاؤالدین کا ذکر نمایاں ہے۔ٹائمز آف انڈیا نے 18 اپریل 2013 کو یہ مانگ کی کہ اس عظیم مجاہدِ آزادی کا مجسمہ پارلیمنٹ اور اسمبلی میں نصب کیا جائے۔

18 جولائی 2019 کو Telangana Historical Research Council for (TCRH) اور University College of Women, Koti نے مشترکہ طور پر ایک سمپوزیم کا انعقاد کیا جس میں شریک مندوبین نے مولوی سید علاؤ الدین حیدر کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ان کی شجاعت اور حب الوطنی کا ذکر کرتے ہوئے ٹی۔ وویک، سابق رکن تلنگانہ پبلک سروس کمیشن نے ان کی قربانی کے جذبوں کو سراہا اور تاریخ کے مطالعے پر زور دیا۔کیپٹن ایل پانڈو رنگا ریڈی جو رائل ہسٹوریکل سوسائٹی، لندن کے رکن ہیں، کہا کہ حکومت کو چاہئے کہ University College of Women, Koti کے ایک گیٹ کا نام مولوی علاؤالدین کے نام سے منسوب کرے اور کالج کے قریب چوراہے کا نام بدل کر علاؤالدین چوک رکھے۔

23 ستمبر 2019 کو ٹائمز آف انڈیا میں ایک مضمون آیا جس کا عنوان تھا۔ Maulvi Allauddin, the other hero اس مضمون میں مولوی علاؤالدین کی حب الوطنی اور شجاعت کے ذکر کے ساتھ جیل کی صعوبتوں کا بھی ذکر ہے۔

برطانوی حکومت نے دوبار انھیں رہا کرنے کا حکم جاری کیا لیکن سالار جنگ نے دونوں ہی مرتبہ ان سفارشات کو نامنظور کردیا۔ برطانوی حکومت نے بعد میں اس بات کی وضاحت کی کہ ریاست حیدرآباد کی منظوری کے بغیر رہائی ممکن نہیں ہے۔ یہاں یہ بتاتا چلوں کہ 20 برس کی قید کے بعد دوسرے قیدیوں کو رہا کردیا جاتا تھا مگر مولوی علاؤالدین حیدر کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔

1857 کی جنگِ آزادی سے لے کر حصولِ آزادی تک کے پورے سفر میں مسلمانوں نے کارواں سازی بھی کی اور کارواں سالاری بھی۔لیکن المیہ یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کی قربانیاں نظرانداز کردی گئیں۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کے ساتھ ساتھ برادرانِ وطن کو بھی برطانوی تسلط سے مادرِ وطن کو آزاد کرانے والے جانباز مسلمانوں کے کارناموں سے واقف کرائیں تاکہ مولوی علاؤالدین جیسے مجاہدینِ آزادی ماضی کے دھندلکے میں گم ہوکر نہ رہ جائیں۔ ایسے مجاہدینِ آزادی کی یادیں اور ان کے تذکرے صرف اس لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ اندھیرے میں گم ہوکر رہ جائیں گے بلکہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارے ملک کی گنگا جمنی تہذیب اور قومی یکجہتی کی مضبوط روایتوں کو تازگی ملتی رہے۔

محمد زعیم الدین حسامی۔معتمد سراج العلماء اکیڈیمی۔حیدرآباد۔الہند

ڈاکٹر م۔ق۔سلیم، علمی وادبی دنیا کا روشن ستارہ

مظہر ملت اکیڈیمی کا پہلا تعزیتی جلسہ۔علماء، دانشمند اور شعراء کا تعزیتی بیان

قاضی سراج الدین رضوی صدر مظہر ملت اکیڈیمی کے بموجب مشہور ادیب و مصنف مرحوم ڈاکٹر محمد قطب الدین سلیم (م ق سلیم) کی یاد میں مظہر ملت اکیڈیمی کے زیر اہتمام پہلا تعزیتی جلسہ و نعتیہ مشاعرہ 16 اپریل بروز منگل اردو گھر مغلپورہ میں منعقد کیا گیا۔مولانا فصیح الدین نظامی نے جلسہ کی صدارت کی۔داعی محفل و کنونیر جلسہ سراج الدین رضوی نے قرأت کلام پاک پیش کیا اور سید مصطفیٰ علی سید نے نعت شریف سنائی۔مہمان خصوصی مولانا عرفان اللہ شاہ نوری نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ مرحوم ڈاکٹر م ق سلیم سے میری ملاقات پچاس سال سے تھی۔وہ میرے ہم محلّہ بھی تھے اور میرے اچھے دوست بھی تھے۔بہت ملنسار اور خوش گفتار تھے۔بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ڈاکٹر جاوید کمال سکریٹری ابوالکلام آزاد اورینٹل انسٹیٹیوٹ نے اپنے جذباتی بیان میں کہا کہ ہم تعزیتی جلسوں میں صرف مرحوم سے اظہار تعزیت کر لیتے ہیں لیکن بعد میں مرحوم کے افراد خاندان اور گھر والوں سے ربط قائم نہیں رکھتے۔ڈاکٹر کمال نے کہا کہ ہمیں ہمیشہ اپنی موت کو یاد رکھنا چاہئے۔ڈاکٹر فاروق شکیل نے اپنے تعزیتی بیان میں مرحوم ڈاکٹر م ق سلیم کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا اور کہا کہ مرحوم کی ملنساری مثالی تھی۔ڈاکٹر ناظم علی سابق پرنسپل ڈگری کالج نظام آباد نے تفصلی گفتگو کی جس میں اُنہوں نے ڈاکٹر م ق سلیم کے علمی، ادبی اور اصلاحی کارناموں کا ذکر کیا اور مرحوم کے تقریباً 26 کتابوں کا ذکر کیا۔اور کہا کہ ڈاکٹر م ق سلیم ہر عمر کے لوگوں میں مقبول تھے۔انہوں نے جہاں اپنی علمی مضامین کے ذریعہ قوم و ملت کی رہنمائی فرمائی وہیں طنز و مزاح کے ذریعہ سے بھی قوم و ملت کو نصیحت کی۔معتمد سراج العلماء اکیڈیمی مولانا محمد زعیم الدین حسامی نے کہا کہ مرحوم ڈاکٹر م ق سلیم صرف بلند قد شخص نہیں تھے بلکہ وہ بلند اخلاق کے بھی حامل تھے۔صرف 65 سال کی عمر میں مرحوم نے بہت بڑی علمی و ادبی اور زبان اردو کی خدمات انجام دی۔اور کہا کے ڈاکٹر م ق سلیم علمی و ادبی دنیا کے روشن ستارہ تھے۔مولانا حسامی نے قاضی سراج الدین رضوی کو پہلا تعزیتی جلسہ منعقد کرنے پر مبارکباد پیش کی۔سینیر صحافی نصر اللہ خان نے اپنے تعزیتی مضمون میں کہا کہ ڈاکٹر م ق سلیم نے اردو زبان کو حقیقت میں پروان چڑھایا اور نونہالوں کو اردو زبان کی تعلیم دینے کے لئے اپنے قلم کا استعمال کیا۔وہ اعتدال پسند فرد تھے، قوم و ملت کا درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔صدر اجلاس مولانا فصیح الدین نظامی نے تعزیتی جلسہ سے خطاب میں کہا کہ جو قوم اپنے مرحومین کو یاد رکھتی ہے وہ زندہ قوم کہلاتی ہے۔مولانا نظامی نے مرحوم ڈاکٹر م ق سلیم کے خوبیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ مرحوم اچھے اخلاق کے مالک تھے۔عمر کے آخری سانس تک اُنہوں نے دین اور اردو زبان کی خدمت انجام دی۔آخری میں داعی جلسہ قاضی سراج الدین رضوی نے تمام علماء کرام، شعراء کرام، صحافی، ادیب و دانشور حضرات اور سامعین کا شکریہ ادا کیا اور مرحوم ڈاکٹر م ق سلیم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ شخص چلا جاتا ہے لیکن شخصیت باقی رہجاتی ہے۔ڈاکٹر م ق سلیم اپنی یادیں ہمارے درمیان چھوڑ گئے۔قاضی سراج الدین رضوی نے فلسطینی مجاہدین کی کامیابی کے لئے بھی دُعا کی۔نعتیہ مشاعرہ میں نگران مشاعرہ قاضی فاروق عارفی کے علاوہ ڈاکٹر فاروق شکیل، زعیم ذومرہ، لطیف الدین لطیف، شکیل حیدر، جہانگیر قیاس، شہنواز ہاشمی، سہیل عظیم، سید مصطفیٰ علی سید، ظہور ظہیر آبادی، ثناء اللہ انصاری وصفی، بشارت علی خان اختر، سید جنید حسینی، کوثر شمس آبادی، جدت اسلوبی و دیگر نے نعتیہ کلام سنایا۔جبکہ تاخیر سے تشریف لانے والے شعراء میں قاضی عظمت اللہ جعفری عظمت، قاری انیس احمد قادری، خلش حیدرآبادی، گووندا کشے، تشکیل انور رزاقی اور شیخ اسماعیل صابر نے شرکت کی۔اس موقع پر جناب لیاقت علی ہاشمی (صدر ہم ہندوستانی)، ڈاکٹر راہی (صدر بزم جوہر)، جناب تمیز الدین، جناب مصباح الدین اور مفتاح الدین (فرزندان مرحوم ڈاکٹر م ق سلیم) و دیگر رشتہ دار بھی موجود تھے۔تعزیتی جلسہ کی نظامت جناب ظہور ظہیر آبادی نے کی اور نعتیہ مشاعرہ کی نظامت سید سہیل عظیم نے کی۔آخر میں مولانا عرفان اللہ نوری کی دُعا پر جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔

ادارہ

روشن مستقبل کے لیے اطفال کی فکر ضروری

ڈاکٹر مختار احمد فردین صدر آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی فار پیس کے توسط سے مردم خیز سرزمین بھٹکل کرناٹک سے ثقافتی وتہذیبی دورے پر آئے ہوئے مولانا ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی، عبد اللہ غازی ندوی، معظم شاہ بندری ندوی، آفاق احمد محتشم ندوی، شبیث درگا (امیر کاروان اطفال بھٹکل) عاصم ائیکری، محمد کولا (چار کتابوں کے مرتب) رائد قاضی (نعت خواں) ابرار الحق اکرمی، محمد فاتح خلیفہ ننھا مصنف سے ڈاکٹر عبدالقدوس، حافظ زبیر احمد صدیقی کی معیت میں افلح ہوٹل نامپلی حیدرآباد میں مختصر ملاقات ہوئی، ڈاکٹر مختار احمد فردین نے ایک دوسرے کا تعارف کیا، انہوں نے ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی کے بارے میں تعارف کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ایک سو پچیس کتابوں کے مصنف ہیں ان کا مذہبی، ادبی علمی کام پورے ملک اور بیرون ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

عبداللہ غازی ندوی نے اپنے عزائم ومقاصد بیان کیے، قوم وملت کا درد ان کی باتوں میں جھلک رہا تھا اور کہتے کہتے یہ کہہ گئے کہ ہمارا یہ ارادہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو لغویات اور خرافات کی دنیا سے نکال کر کتابوں کے مطالعے اور اسلامی تہذیب وثقافت سے وابستہ کردیں اور ہم نے اپنی لائبریریوں میں اس کا خاصہ انتظام کر رکھا ہے، اسی اثناء میں ڈاکٹر مختار احمد فردین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مشہور نعت خواں رائد قاضی نے اپنی دلکش آواز اور عشق نبی میں ڈوب کر نعت کا نذرانہ پیش کیا جس سے دل ودماغ مسحور ہوگیا، مہمان عظام کی ڈاکٹر عبدالقدوس، حافظ زبیر احمد صدیقی اور ڈاکٹر مختار احمد فردین نے شال پوشی گلپوشی کی، روزنامہ تاثیر، ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد کی رونمائی بھی ہوئی، ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ وایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی نے اپنے ادارہ کا تعارف پیش کیا اور اپنی مرتب کردہ کتاب قوتِ تعلیم - افکار ونظریات کو مشہور مصنف ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی کو تحفۃً پیش کیا، وفد سے مل کر یہ احساس ہوا کہ ابھی بھی ہماری قوم میں متفکر لوگ موجود ہیں، وفد نے ہم سب کو بھٹکل آنے کی دعوت دی (جزاك الله خيرا)

تصویر میں ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر علیم خان فلکی، ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی، مشہور سماجی لیڈر کالے،آل انڈیا صوفی علماء کونسل کے صدر مولانا صوفی خیر الدین صوفی میڈیا سے مخاطب کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔

آل انڈیا صوفی علماء کونسل یونائیٹڈ مسلم فورم کی جانب سے عید میلاپ تقریب معظم جاہی مارکیٹ میں منائی گئی، بلاتفریق مذہب وملت نے اس تقریب میں عید سعید کی ایک دوسرے کو مبارک باددی۔ نیز اس موقع پر آل انڈیا صوفی علماء کونسل کے نائب صدر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی نے عید کی مبارک بادی پیش کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں اور محبت کو عام کریں۔

DR. S.J HUSSAIN
MD (Unani)
Former director Incharge
Central Research Institute Of Unani Medicine
Govt of India

website: www.unanicentre.com
Email:syedjalilhussain@gmail.com
jaleel_hussain@yahoo.com

Dr. Jaleel's

یونانی سینٹر فار کارڈیک کیر

UNANI CENTER FOR CARDIAC CARE

Consultation Time
Morning:9:00 am to 2:00 pm
(Friday Morning and Sunday Evening Closed)

Cell:
+91 8142258088
+91 7093005707

Adress -: No: 8-1-332/3/B-69, RoadNo 1(A)Arvind Nagar Colony Tolichowk Hyderabad - 500008 T.S India

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، حیدرآباد

SHIBLI INTERNATIONAL

EDUCATIONAL & CHARITABLE TRUST

Regd. No. 180/2016

مدرسہ ومسجد کے تعاون کی اپیل

حدیث نبوی ﷺ ہے خَیرُکُم مَن تَعَلَّمَ القُرآن وَعَلَّمَہ ۔تم میں بہترین انسان وہ ہے جوقرآن سیکھے اور سکھائے ۔اس حدیث سے علم اورقرآن علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اسی علم کی نشرواشاعت کے لئے **مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم** ۱۵؍جنوری ۲۰۱۷ء کوقائم کیا گیا تا کہ امت مسلمہ کے نونہالان زیورعلم سے آراستہ ہوں اور ملک وملت کی خدمت میں وقف ہو جائیں ۔اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے ۔آمین یارب العٰلمین۔

مدرسہ ہٰذا کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔جملہ اخراجات کی ادائیگی اہل خیرحضرات کے تعاون سے ہوتی ہے۔

الحمدللہ مدرسہ میں تعمیری کام بھی جاری ہے،اس وجہ سے اہل خیرحضرات سے گذارش ہے کہ مدرسہ کا نقد یا اشیاء کے ذریعہ تعاون فرماکر یا کسی طالب علم کی کفالت لیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

مسجد الٰہی

زیرانتظام شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ حیدرآباد کا تعمیری کام جاری ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک مخیرّہ خاتون نے 126 گز اراضی ٹرسٹ ہٰذا کومسجد کے لئے وقف کیا ہے، اللہ تعالیٰ مخیرّہ کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ دے، آمین۔مسجد الٰہی کی زمین مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم وادیٔ عمر شاہین نگر حیدرآباد کا (اقامتی وغیراقامتی) ادارہ ہے، جوشبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیرانتظام 2017 سے خدمات انجام دے رہا ہے، بالکل اسی سے متصل ہے۔مدرسہ ہٰذا اوربستی کے لئے مسجد ناگزیر ہے، اس وجہ سے آپ تمام حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ مسجد ہٰذا کے تعمیری کام میں نقد یا اشیاء کے ذریعہ معائنہ کرکے حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

جزاك الله خيرًا أحسن الجزاء.

Bank Name : IDBI **A/c Number** : 1327104000065876

A/c Name : SHIBLI INTERNATIONAL EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST

IFSC Code : IBKL0001327. Branch: Charminar

G Pay & Phone Pay : **8317692718, WhatsApp: 9392533661**

العارض: حافظ وقاری مفتی ڈاکٹر محمد حامد ہلال اعظمی خطیب مسجد عالیہ، بانی وناظم مدرسہ ہٰذا چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد